احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ربوہ

دسمبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

دسمبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر :۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر :۔ قاضی منیر احمد
مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارے میں

اداریہ ص ۲
امام الکلام ص ۶
کلام الامام ص ۷
عربی منظوم کلام ص ۸
خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ مورخہ ۲۰۔ اگست ۱۹۹۳ء ص ۹
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے ص ۲۵
قناعت ص ۳۱
رپورٹ سالانہ اجتماع انصار اللہ یو۔ کے ص ۳۵
اسیران راہ مولا نظم ص ۳۸

جلد نمبر ۔۔۔۔۔۔ ۳۴
شمارہ نمبر ۔۔۔۔۔۔ ۱۲

شرح چندہ

پاکستان ۔۔۔۔۔۔ تیس ۳۰ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ۔۔۔۔۔۔ تین ۳ روپے

اداریہ

سوچو! کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں

عصر حاضر میں انتشار اور خلفشار کے جو گرداب جنم لیتے رہتے ہیں ان میں سفینۂ امن و آشتی ہمیشہ سے ہچکولے کھا رہا ہے اور تباہی کے قریب آن لگا ہے۔ وحدتِ قومی پارہ پارہ ہو رہی ہے جناب سید خورشید احمد گیلانی نوائے وقت کے ملّی ایڈیشن میں لکھتے ہیں۔

"لطف کی یہ بات ہے کہ خدا ایک ہے مگر امت ایک دوسرے کی نظر میں کافر و مشرک، رسولؐ سراپا رحمت ہیں مگر امتّی آپس میں لڑنے مرنے کو آمادہ و مستعد، قرآن ایک ہے مگر ماننے والے الجھے ہوئے، کعبہ ایک ہے مگر کعبے کی بیٹیاں یعنی مسجدیں محاذ جنگ بنی ہوئی ہیں۔ کلمہ ایک ہے مگر کلمہ گو باہم دست و گریبان ہیں...... ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اندر کفر و اسلام کا معرکہ بپا ہے اگر ہم ایک دوسرے کے فتووں کے مطابق کافر ہیں اور گمراہ، مرتد اور بدعتی، مشرک اور گستاخ رسولؐ ہیں تو اس جزیرے کی ضرور نشاندہی کی جائے جہاں مسلمان بستے ہیں اور سانس لیتے ہیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 26 اگست 1993ء کالم نمبر 5۔6)

اس قسم کی بدحالی کا نقشہ جناب کلیم اختر نے اپنے مضمون بعنوان "دنیائے اسلام کا درخشندہ مستقبل" میں کھینچا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"دکھ اور افسوس اس بات کا ہے کہ ہم لوگ جو نسلاً در نسلاً مسلمان ہیں۔ دین کی روشنی جن کی گھٹی میں پڑی ہے تعلیمات اسلامی سے دور ہو گئے ہیں اگر دیانتداری سے جائزہ لیا جائے تو دین اسلام کی روشنی کے راستے میں تاریکی لے کر ہم خود مسلمان حائل ہیں۔ ہمارے کردار گھناؤنے ہیں۔ ہم شرافت، اخلاق، نظم و ضبط، دیانتداری اور وفاداری سے عاری ہو چکے ہیں اور ہوسِ زر میں مبتلاء ہو گئے ہیں جو حالت عرب معاشرہ کی قبل از اسلام تھی وہی حالت ہماری ہے۔........ غرض کہ معاشرہ کی ہر برائی ہم میں موجود ہے...... سوال یہ ہے کہ جب مستقبل کا مؤرخ ہماری داستان کو رقم کرے گا تو وہ ہمیں کن سے منسوب کرے گا اور ہمیں کن الفاظ میں یاد کرے گا"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ملّی ایڈیشن 26 اگست 1993ء)

ایسے افتراق و انشقاق کے عالم میں ہر ذی فہم و دانش ملّت کو امت واحدہ بنانے کی سوچ میں غرق

ہے اس میں ایک طبقہ فکر جس کے سب سے بڑے داعی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہیں نظام خلافت کو اس کا علاج بتاتے ہیں۔ ایک مکتب فکر یہ کہتا ہے
"آج ہم پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنی بصیرت و کردار سے نئی نسل کو سدھارتے چلے جائیں"۔

(سبیل الرشاد نوائے وقت)

ایک نکتہ نظر یہ ہے کہ علماء کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو جانا چاہیئے تا ملّت میں وحدت پیدا ہو جو توحید کے اعتقاد کا لازمی نتیجہ ہے۔

عقیدہ توحید پر ایمان اور ایقان اور عملی زندگی میں اس عقیدہ کے اثرات ہمیشہ ایسی ہستیوں کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ مامور فرمایا کرتا ہے۔ چنانچہ الہیٰ نوشتوں اور سیدنا حضرت محمد مصطفی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشگوئیوں کے مطابق یہ مقدر تھا کہ آخری زمانہ میں عقیدہ توحید کی عظمت کا اظہار ایک ایسے بطل جلیل کے ذریعہ ہو جو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کامل اتباع کرنے والا اور آپؐ سے ہی ہدایت یافتہ ہو۔ اور اسی آسمانی وجود کے ہاتھوں امت واحدہ کی بناء ڈالی جانی تھی۔ چنانچہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ وہ مامور ہیں جن کو اس زمانہ کی حبل اللہ قرار دیا گیا کہ تمام قومیں اب آپ کے روحانی نظام میں داخل ہو کر امت واحدہ کے قالب میں ڈھلیں گی۔ آپ اپنی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں"۔

(الوصیت صفحہ 10)

چنانچہ حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے توحید کے قیام پر زور دیتے ہوئے امتِ واحدہ کے تصور کو نہ صرف پیش کیا بلکہ اس کی بناء ڈالی۔ اور شریعت محمدیؐ کے تابع ایسا نظامِ نو جاری فرمایا جو موجودہ زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتا اور تمام قوموں کی وحدت کا علمبردار ہے۔ آج صفحۂ ہستی پر کوئی تنظیم یا کوئی ملک خواہ وہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی ان کے پاس کوئی ایسا واضح لائحہ عمل نہیں جس سے تمام دنیا ایک لڑی میں پروئی جائے۔ ملکی، قومی، گروہی، علاقائی تعصبات نے ان کو تنگ نظر بنا دیا ہے۔ اور ان کی سوچ محدود ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی شریعت سے مستفاض یہی وہ نظامِ نو ہے جو عالمگیر امن کی

ضمانت دے سکتا ہے۔ اور وحدتِ اقوامِ عالم کے نظریہ کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔ مذہبی اور غیر مذہبی دنیا نے ہر قسم کے طریقے آزما کر دیکھے وہ ناکام ثابت ہوئے۔ اب یہی ایک نظام ہے جس کے ساتھ دنیا کی تقدیر وابستہ کر دی گئی ہے۔ اس نظام کو اختیار کرنے کے سوا چارہ کوئی نہیں اور جلد یا بدیر قومیں اسی نظام کے ظلِ ظلیل میں راحت اور آرام پائیں گی۔

نوشتہ الٰہی ہے کہ یہ عظیم الشان انقلاب ضرور آکر رہے گا۔ اور اس وعدہ کے پورے ہونے کی ادنیٰ سی جھلک، ہر سال مشاہدہ میں آتی ہے کہ جب مختلف ملکوں سے وفود جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے وفورِ شوق سے آتے ہیں۔ اور آیت

اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ

کی عملی تصویر پیش ہو رہی ہوتی ہے اور ہر سال خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے جلو میں وحدتِ اقوام کی اس عملی جھلک میں کیفیت اور کمیت میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے حضرت مسیح موعود نے جلسہ سالانہ کی بنیادی اغراض میں سے ایک غرض یہ بیان فرمائی۔

"اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی"۔

(اشتہار 7۔ دسمبر 1892ء)

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیشگوئی فرمائی تھی کہ امام مہدی کے زمانہ میں آسمان سے آواز آئیگی کہ

"یہ اللہ کا خلیفہ امام مہدی ہے"

اس قولِ مبارک میں بھی وحدتِ عالم کی عکاسی ہوتی ہے۔ جس کی تعبیر آج خدا تعالیٰ کے فضل سے ظاہر ہو رہی ہے۔ آج سے ایک سو سال پہلے جو آواز قادیان کی ایک گمنام بستی سے بلند ہوئی تھی اور جس کو دبانے کے لئے تمام مخالف طاقتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ خدا تعالیٰ نے اس آواز کو شش جہت میں پھیلا دیا اور آج یہ صرف حضرت امام جماعت احمدیہ کو سعادت اور اعزاز حاصل ہے کہ اپنے پیارے آقا و مطاع کی نیابت میں ایک وقت میں تمام عالم سے مخاطب ہو اور وہ آواز آسمانی رفعتوں (سٹیلائٹ کے ذریعہ) سے نازل ہو۔ آج بین الاقوامی سطح پر سٹیلائٹ سے آنے والی مقدس آواز کا لفظ لفظ گواہ ہے اور ذہن انسانی کو باور کراتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے اور آپؐ کے پیارے غلام حضرت اقدس مرزا

غلام احمد قادیانی جو ان پیشگوئیوں کے مصداق بن کر آئے، سچے تھے۔ خدا تعالیٰ کا صرف جماعت احمدیہ کو باوجود مخالفتوں اور رکاوٹوں کے، ایک بین الاقوامی فورم عطا کر دینا ایسا عظیم اعجازی نشان ہے جو وحدت اقوامِ عالم کی منزل کی ایک اہم اور تاریخ ساز کڑی ہے۔ اور یہ خوش نصیبی جماعت احمدیہ کے حصہ میں آنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس پر پیار کی نگاہ ہے اور آئندہ بھی انقلابات اسی غریب اور بے بس جماعت کی قربانیوں کے خمیر سے اٹھیں گے۔

جماعت کی سو سالہ تاریخ، معجزات اور خدا تعالیٰ کے تائیدی نشانات سے بھری پڑی ہے اور ایک خفتہ ضمیر کو بیدار کرنے اور دیدہ عبرت نگاہ کو وا کرنے کے لئے کافی ہے۔ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اپنے اس منظوم کلام میں اسی فطرت خوابیدہ کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات — کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات
پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا — گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا
پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں — ایسے کے قتل کرنے کو فاعل ہوں یا معیں
کرتا نہیں ہے ان کی مدد وقتِ انتقام — تا مفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام
آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مفتری — کرتا ہے ہر مقام میں اس کو خدا بُری
ذلّت ہیں چاہتے یہاں اکرام ہوتا ہے — کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے
اے قوم کے سرآمدہ! اے حامیانِ دیں — سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا — جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
اے مدّعی! نہیں ہے تیرے ساتھ کردگار — یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار
ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد — کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار
کچھ تو سوچو ہوش کرکے کیا یہ معمولی ہے بات — جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار

بڑی ہی خوش قسمت اور سعادت مند وہ وجود ہے جو اس درد سے بھرے ہوئے اشعار سے رہنمائی لیتا ہے اور اپنے آپ کو ان انصار و اعوانِ مہدی میں شامل کرتا ہے جن کے بارہ میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدی جنت کی بشارت دی ہے۔

ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔

(مینیجر ماہنامہ انصاراللہ ربوہ)

امام الکلام

ایک ہی راہ ہے

"اس اصول کو ہمیشہ مد نظر رکھو۔ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے اور خدا کی حمد کرتا ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اس طرح پر وہ قدم آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلاء میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا ہے بظاہر ایک ہندو اور مومن کی کامیابی ایک رنگ میں مشابہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کیلئے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے کافر کی کامیابی اس لئے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیت کو خدا بنا لیتا ہے، مگر مومن خدا کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا (النحل : ۱۲۹)

خدا ان کے ساتھ ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے اس کے معنے پہلے لفظ سے کئے جاتے ہیں یہاں مع کا لفظ آیا ہے یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچا لیتا ہے۔ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کیلئے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے۔ پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مومن کی کامیابیاں اس کو آگے لے جاتی ہیں اور وہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا۔

اکثر لوگوں کے حالات کتابوں میں لکھے ہیں کہ اوائل میں دنیا سے تعلق رکھتے تھے اور شدید تعلق رکھتے تھے لیکن انہوں نے کوئی دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ اس کے بعد ان کی حالت ہی بدل گئی۔ اس لئے اپنی دعاؤں کی قبولیت اور کامیابیوں پر نازاں نہ ہو بلکہ خدا کے فضل اور عنایت کی قدر کرو۔ قاعدہ ہے کہ کامیابی پر ہمت اور حوصلہ میں ایک نئی زندگی آجاتی ہے۔ اس زندگی سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرنی چاہیئے کیونکہ سب سے اعلیٰ درجہ کی بات جو کام آنے والی ہے وہ یہی معرفت الہیٰ ہے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

.....غرض اگر اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کام پڑتا ہے تو تقویٰ کا طریق اختیار کرو۔ مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے اور بدقسمت وہ ہے جو ٹھوکر کھا کر اس کی طرف نہ جھکے"۔

(ملفوظات جلد اوّل جدید صفحہ 98-99)

کلام الامام

ذکر الٰہی کا درجہ بہت بلند ہے

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو اس کے ارد گرد فرشتے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ کی رحمت اور برکت لا کر بیٹھنے والوں پر ڈالتے ہیں پس جب ذکر الٰہی ایک ایسی اعلیٰ چیز ہے اور اس کے سننے کیلئے فرشتے بھی اکٹھے ہو جاتے ہیں اور سننے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ کیسی اہم چیز ہے۔

.... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے اصحاب! کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جو سب سے بہتر اور سب سے پسندیدہ ہو اور سونے چاندی کے خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اس سے بہتر ہو کہ کوئی جہاد کے لئے جائے اور دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو جائے صحابہؓ نے کہا فرمائیے:۔ آپؐ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کا درجہ بہت بلند ہے صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا جہاد سے بھی اس کا درجہ بلند ہے آپؐ نے فرمایا ہاں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ وجہ یہ کہ ذکر الٰہی جہاد کی ترغیب دیتا ہے۔

یہ ہے ذکر الٰہی کی اہمیت اور ضرورت لیکن ذکر الٰہی کے بعض حصے ایسے ہیں کہ جن کی طرف ہماری جماعت کی توجہ نہیں اور اگر ہے تو بہت کم ہے۔ میری فطرت میں خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی سوچنے اور غور کرنے کا مادّہ رکھا ہے۔ میں اسی وقت سے کہ میں نے ہوش سنبھالا ہے اس بات کو سوچتا رہا ہوں اور اب بھی اس کی فکر ہے کہ ہماری جماعت میں ذکر اللہ کی جو کمی ہے اسے دور کیا جائے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے دعا پر بہت بڑا زور دیا ہے اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری جماعت دعا سے بہت کام لیتی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود نے ذکر الٰہی پر بھی بہت زور دیا ہے لیکن اس کی طرف جیسی کہ توجہ کرنی چاہیئے تھی اس وقت تک ایسی نہیں کی گئی........

اسی طرح اگر ہماری جماعت کے بعض لوگ ذکر اللہ کے بعض طریق کو عمل میں نہیں لاتے تو ان کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ایک شخص نے بڑا قیمتی لباس کوٹ، قمیص، صدری اور پاجامہ پہنا ہو مگر پاؤں میں جوتا نہ رکھتا ہو یا سر پر پگڑی نہ ہو، گو اس کا تمام لباس اچھا ہوگا مگر ایک پگڑی یا جوتے کے نہ ہونے سے اس میں نقص ہوگا اور اعلیٰ درجہ کے لوگ پسند نہیں کرتے کہ ان کی کسی بات میں نقص ہو۔ پس جب تمام طریقوں سے ذکر اللہ نہ کرنا ایک نقص ہے اور پھر جب ہم یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ نماز کے علاوہ بعض دوسرے طریقوں سے ذکر اللہ کرنے کا بھی خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے چاہے ان کی حکمت کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے تو ضروری ہے کہ روحانیت کا کمال حاصل کرنے کے لئے ان طریق میں بھی عمل کیا جاوے۔"

(ذکر الٰہی خطاب حضرت مصلح موعود صفحہ 5-6)

عربی منظوم کلام

بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ اٰمِرٌ مَّانِعٌ مَّعًا ❖ حَکِیْمٌ بِحِکْمَتِہِ الْجَلِیْلَۃِ یُقْتَدٰی

وہ بشیر ہے، نذیر ہے حکم دینے والا ہے اور نہی کرنے والا ہے۔ وہ دانا ہے اور اپنی شاندار حکمت کی وجہ سے پیروی کیا جاتا ہے

ھَدَی الْھَائِمِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُقَوَّمٍ ❖ وَنَوَّرَ اَفْکَارَ الْعُقُوْلِ وَاَیَّدَا

اُس نے سرگردانوں کی سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کی۔ اور اُس نے عقلوں کے افکار کو منوّر کیا اور اُن کو قوّت بخشی۔

لَہٗ طَلْعَۃٌ یَجْلُو الظَّلَامَ شُعَاعُھَا ❖ ذُکَاءٌ مُّنِیْرٌ بُرْجُہٗ کَانَ بُرْجُدَا

آپ کا نُورانی چہرہ ایسا ہے کہ اسکی شعاع تاریکی کو دُور کر دیتی ہے۔ وہ روشن آفتاب ہے جس کا برج کمبل تھا (جسے آپ اوڑھے ہوئے تھے)

لَہٗ دَرَجَاتٌ لَّیْسَ فِیْھَا مُشَارِکٌ ❖ شَفِیْعٌ یُزَکِّیْنَا وَیُدْنِی الْمُبَعَّدَا

آپ کو ایسے درجات حاصل ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔ وہ شفیع ہے ہمیں پاک کرتا ہے اور دُور شخص کو قریب کر دیتا ہے

وَمَا ھُوَ اِلَّا نَائِبُ اللّٰہِ فِی الْوَرٰی ❖ وَفَاقَ جَمِیْعًا رَحْمَۃً وَّتَوَدُّدَا

اور (آپؐ) تو مخلوق میں صرف اللہ کے نائب ہیں۔ اور رحمت اور محبت میں آپؐ سب سے بڑھ گئے ہیں۔

تَخَیَّرَہُ الرَّحْمٰنُ مِنْ بَیْنِ خَلْقِہٖ ❖ وَاَعْطَاہُ مَالَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ النَّدٰی

خُدا نے (آپؐ) اُسے اپنی خلقت کے درمیان سے چن لیا ہے۔ اور (آپؐ) کو ایسی نعمت دی ہے جو کسی کو نہیں دی گئی۔

وَکَانَ وَجْہُ الْاَرْضِ وَجْھًا مُّسَوَّدًا ❖ فَصَارَ بِہٖ نُوْرًا مُّنِیْرًا وَّ اَغْیَدَا

اور رُوئے زمین تو ایک تاریک سطح تھی۔ پس آپؐ کے ذریعہ وہ سطح نورِ تاباں اور سرسبز ہو گئی۔

(القصائد الاحمدیہ ص ٨، ٩)

خدا کی قسم! آج آپ ہیں جو توحید کیلئے قربانیاں پیش کر رہے ہیں

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے حسین نقشِ قدم پر ہی ہماری جان جائے گی خدا کی قسم! وہی ہمارا معراج ہوگا

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء ۔ بیت الفضل۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ آل عمران کی حسب ذیل آیت نمبر 19 کی تلاوت فرمائی:-

"شَھِدَاللّٰہُ اَنَّہٗ لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُواالْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ. لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَالْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ O

اور پھر فرمایا:-

"اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور وہ یہ گواہی انصاف پر قائم ہوتے ہوئے دے رہا ہے۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُواالْعِلْمِ اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں اور اُولُوالعلم بھی یہی گواہی دیتے ہیں

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی اللہ ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ قائمًا بالقسط کو آخر پر رکھا ہے اور عبارت اس طرح بنتی ہے کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ملائکہ بھی اور اولوا العلم بھی قائماً بالقسط، قسط پر قائم ہوتے ہوئے یہی گواہی دیتے ہیں لیکن لفظ قائم کو واحد میں رکھا ہے۔ قائمین نہیں فرمایا۔ اگر قائمین کہا جاتا تو مراد یہ تھی کہ سارے انصاف پر قائم ہوتے ہوئے گواہی دیتے ہیں لیکن انصاف پر قائم ہونے کی تعریف صرف حضرت جل شانہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور باقی ذیل میں آتے ہیں۔ یہ بھی توحید کا ایک بہت ہی اعلیٰ مضمون ہے۔ توحید کی گواہی دینے والا صاحبِ توحید سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہی

ہے جس کی ہر حال پر، ہر دنیا پر، ہر زمانے پر، کائنات کی ہر چیز پر نظر ہے اور جس کی نظر اتنی وسیع نہ ہو، نہ زمانوں پر حاوی ہو، نہ مکانوں پر حاوی ہو۔ وہ ذاتی گواہی نہیں دے سکتا۔ فرمایا قَائِمًا بِالْقِسْطِ تو اللہ ہی ہے۔ اس کی گواہی کو سن کر، اس پر یقین اور ایمان لاتے ہوئے پھر فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور یہ آوازیں بڑھتی چلی جاتی ہیں حتی کہ اولوا العلم بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔

جب اولوا العلم کہا جاتا ہے تو سب سے اوّل اور اعلیٰ صاحبِ علم ذات حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات ہے۔ پس یہ بھی ترجمہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں اور وہ یہ گواہی قسط پر قائم ہوتے ہوئے دیتا ہے۔ انصاف پر قائم ہوتے ہوئے دیتا ہے۔ اس کے ساتھ فرشتے بھی یہ گواہی دیتے ہیں اور تمام اہل علم جن کے سردار حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں ان کی بھی یہی گواہی ہے۔ پس یہ جو مضمون چل رہا ہے یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی گواہی کے تعلق میں ہے لیکن اس گواہی کی بناء اللہ کی گواہی ہے اور ہر گواہی کی شاخ اسی ایک تنے سے پھوٹتی ہے۔ انصاف کی قابل اعتماد گواہی صرف خدائے واحد و یگانہ کی گواہی ہے جس کے تابع جو گواہی آتی چلی جائے گی وہ بھی اتنی ہی قابل اعتماد ہوتی چلی جائے گی۔ اس مضمون پر کچھ اور کہنے سے پہلے میں پیغامات کی چند درخواستوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

خدام الاحمدیہ خوشاب کا ضلعی اجتماع 19۔ اگست سے شروع ہوچکا ہے اور آج جمعہ کو وہ مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ ایک دو کلمے ان کو مخاطب ہو کر بھی کہوں۔

کینیڈا کی مجلس خدام الاحمدیہ کا چھٹا سالانہ اجتماع آج بیت (......) ٹورانٹو میں شروع ہو رہا ہے۔ یہ بیس سے بائیس تک جاری رہے گا۔ صدر مجلس نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ان کو بھی اس خطبہ میں یاد رکھا جائے۔

چونکہ توحید کا مضمون چل رہا ہے اس لئے میں حضرت اقدس مسیح موعود.......... کے ایک الہام کے الفاظ میں ان تمام مجالس کو اور دنیا کی تمام جماعتوں کو پیغام دیتا ہوں کہ

خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَا اَبْنَاءَ الْفَارِسِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

کہ اے ابنائے فارس! توحید کو مضبوطی سے پکڑلو۔ خبردار! توحید کو مضبوطی سے پکڑلو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خوشخبری دو کہ اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ خدا کی نگاہ میں ان کا قدم سچائی پر پڑ رہا ہے۔ ان کے رب کی نظر میں انکا قدم سچائی پر پڑ رہا ہے۔

ان دونوں جملوں کا تعلق دراصل توحید اور اس کے لازمی نتیجہ سے ہے۔ یہاں ابنائے فارس کو یہ ارشاد فرمایا گیا لیکن ابنائے فارس میں روحانی ابنائے فارس لازماً داخل ہیں کیونکہ ابنائے فارس کا مضمون ہی روحانی تعلق سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اہل بیت قرار دیا گویا کہ ان کی ذات کا ایک روحانی تعلق ہے جسے اہل بیت کے تعلق میں تبدیل کر کے ظاہر فرمایا گیا کہ ایک ہی بات ہے جو روحانی طور پر بیٹا بنے وہ جسمانی طور پر بھی بیٹا کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود..... کا آپ سے تعلق بھی روحانی ہی ہے۔ آپ اہل فارس میں سے تھے مگر آپ کی اولاد میں سے نہیں تھے کیونکہ حضرت سلمان فارسیؓ کی تو کوئی اولاد نہیں تھی۔ پس دوہرا مضمون ہے کہ جہاں ابنائے فارس کا ذکر آئے گا وہاں روحانی اہل بیت لازماً داخل ہوں گے۔ پس خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ میں ساری جماعت احمدیہ مخاطب ہے اور توحید کو اگر آپ مضبوطی سے پکڑلیں تو پھر یہ خوشخبری ہے

بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ

ایسے صاحبِ توحید ایمان لانے والوں کو یہ خوشخبری دے دو کہ ان کا قدم خدا کی نگاہ میں سچائی پر پڑا ہوا ہے اور جس کا قدم خدا کی نگاہ میں سچائی پر قائم ہوا سے دنیا میں کون بہکا سکتا ہے، کون گمراہ کر سکتا ہے؟ پس قیامت تک آپ کی ہدایت پر قائم رہنے کا راز توحید میں ہے۔

اس پیغام کے بعد میں پھر اس مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن مجھے بتلایا گیا ہے کہ ایک روایت جو جنگ اُحد سے تعلق رکھتی ہے جب کہ آپ غار میں پناہ گزیں تھے وہ میں نے پوری نہیں پڑھی تھی اور اس کا کچھ آخری حصہ باقی رہ گیا تھا۔ اس کے بعد دوسری روایت شروع کر دی۔ پہلے تو میں اس کو مکمل کرتا ہوں جو تھوڑی سی عبارت رہ گئی تھی کیونکہ وہ بہت اہم بات ہے۔ اس ضمن میں ایک تصحیح بھی ضروری ہے۔ جب میں پڑھ رہا تھا تو حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ابو قحافہ لکھا ہوا تھا اور مجھے تعجب ہوا کہ آپ تو ابن ابی قحافہ کے طور پر مشہور ہیں۔ ابو قحافہ تو آپ کے والد تھے۔ پھر روایت میں ابو قحافہ کیوں لکھا گیا ہے مگر وہ وقت ایسا نہیں تھا کہ میں اس بحث میں الجھتا۔ جو پڑھا اس پر گزر گیا لیکن بعد میں جب اصل الفاظ نکالے تو واقعۃً روایت غلط لکھی گئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کا معروف نام ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ابنِ ابی قحافہ یا ابنُ ابی قحافہ آپ کی کنیّت تھی اور اسی نام سے آپ معروف تھے۔

اس کے بعد اب میں اس روایت کا جو حصہ ہے اس کے ساتھ میں کچھ پہلا حصہ ملا کر پڑھتا ہوں۔

ثُمَّ اَخَذَ يَرْتَجِزُ اُعْلُ هُبَل، اُعْلُ هُبَل قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا

تَجِیْبُوْالَہٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَانَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ۔ قَالَ اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَجِیْبُوْالَہٗ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَانَقُوْلُ۔ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ ○

(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب مایکرہ من التنازع والاختلاف)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ابوسفیان نے رجز شروع کی تو رجز میں اس نے یہ کہا۔

اُعْلُ ھُبَل اُعْلُ ھُبَل

ھبل کا نام بلند ہو۔ ھبل کا نام بلند ہو۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جو اس وقت احتیاط کے تقاضوں کے پیش نظر خاموش رہنے کی تلقین فرمارہے تھے آپ نے بے اختیار ہو کر صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے تو صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہؐ مگر کیا جواب دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ جواب دو

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلّ

اللہ سب سے بلند ہے اور سب سے زیادہ روشن ہے۔ اس کی ذات سب سے نمایاں ہے۔ چھپائی نہیں جا سکتی۔ اس پر ابوسفیان نے یہ اعلان کیا کہ

اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ

کہ ہمارے خداؤں میں تو ایک عزّٰی نام بھی آتا ہے۔ اس عُزّٰی کی تائید ہمیں شامل حال ہے اور تمہارا کوئی عُزّٰی نہیں۔ تم کسی عُزّٰی سے مدد نہیں مانگ سکتے۔ پھر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بے چین ہوئے اور فرمایا کیا تم ان کو جواب نہیں دو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جواب دیں؟ فرمایا: کہو

اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَ لَا مَوْلٰی لَکُمْ

اللہ ہمارا مولی ہے وَلَامَوْلٰی لَکُمْ اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔

اسی ضمن میں ایک اور تصحیح بھی کردوں۔ ایک روایت جو اس وقت مجھے زبانی یاد تھی اس میں میں نے کہا تھا کہ غالباً یہ روایت ابن مسعودؓ کی ہے جس میں غلام کو مارنے کا ذکر ہے "غالباً" میں نے احتیاطاً کہا تھا کیونکہ مجھے پوری طرح یاد نہیں تھا۔ مسعود نام یاد تھا لیکن یہ نہیں پتہ تھا کہ ابومسعودؓ ہیں یا ابن مسعودؓ تو میں نے تحقیق کروائی تو پتہ چلا کہ وہ روایت ابومسعودؓ کی ہے۔

میں ضمناً آپ کو بتاتا چلوں کہ ابن مسعودؓ ان ابتدائی صحابہؓ میں سے ہیں جنہوں نے بہت چھوٹی عمر

میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں چھٹے نمبر کا مبائع ہوں۔ میں نے چھٹے نمبر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی بیعت کی اور بیعت کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ یہ کسی کی بکریاں چرا رہے تھے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ کو بھوک بھی ہوگی اور پیاس بھی۔ آپؐ نے اس بچے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا ہمیں دودھ مل سکتا ہے۔ یہ بڑے سعید فطرت تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں کسی کی ہیں اور میں امین ہوں۔ میں امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خدا پر ایسا کامل اعتماد اور یقین تھا کہ اسی وقت فرمایا: مجھے کوئی ایسی بکری دو جس سے کسی نر بکرے نے ابھی تک کوئی تعلق قائم نہ کیا ہو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس کے دودھ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ خود کمی پوری فرمائیگا اور تمہاری امانت قائم رہے گی۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو جانور مہیا کر دیا۔ آپؐ اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ساتھ ساتھ دعا کرتے جاتے حتیٰ کہ اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ ابو بکرؓ نے آپؐ کو ایک پیالہ پکڑایا۔ آپؐ نے اس میں دودھ دوہا اور ابو بکرؓ کو یہ کہتے ہوئے دیا کہ لو پیو، ابو بکرؓ نے پیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے پیا اور پھر آپؐ نے تھن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سکڑ جا تو وہ دوبارہ سکڑ گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ نشان دیکھ کر ہی میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اس کے بعد بہت جلد آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو یہ ہیں ابن مسعودؓ۔

ابو مسعودؓ وہ ہیں جو انصاری ہیں۔ یہ بدری بھی کہلاتے تھے۔ یہ اور ہیں اور حضرت ابن مسعودؓ اور ہیں۔ جو روایت تھی وہ ابو مسعودؓ کی تھی۔

اب میں وہ بقیہ روایت آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں میں یہاں تک پہنچا تھا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر بڑے جوش اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گائے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا اور خدا کی طرف سے بنی نوع انسان کو جو پیغام دیا اس پیغام کا ایک حصہ یہ تھا کہ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں لباس پہناؤں۔

میں یہاں تک بات کر چکا تھا۔ اب اس کا اگلا حصہ ہے۔ پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرو تو بھی میں تمہارے گناہ بخش سکتا ہوں۔ پس مجھ سے ہی بخشش مانگو۔ یہ مضمون آپس میں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ لباس کے متعلق میں نے

آپ کو بتایا تھا کہ اصل لباس تولباس التقویٰ ہے۔ وہ لباس نصیب نہ ہو تو انسان ہر لباس میں ننگا ہے۔

اس کے معاً بعد حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم خدا کا جو پیغام دیتے ہیں وہ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اگرچہ عام لباس کا بھی ذکر ہو تب بھی اصل لباس وہ لباس ہے جو خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے جس سے گناہ ڈھانپے جاتے ہیں، جس سے گناہ ایسی حالت میں ڈھانپے جاتے ہیں کہ اس ستاری کے پردے تلے انسان ان گناہوں کی بیماریوں کو دور کرتا چلا جاتا ہے اور ان سے صحتیاب ہوتا چلا جاتا ہے۔ استغفار حقیقت میں اسی کا نام ہے۔ استغفار کا ایک پہلو کریدتے ہوئے مٹی میں چھپ جانا یا کسی اور چیز کے پیچھے چھپ جانا ہے جیسے حضرت آدمؑ پتّوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے تو اپنے گناہوں کو حیاء کے نتیجہ میں چھپانا یہ استغفار ہے۔ یہی عمل حیاء کے نتیجہ میں نہیں بلکہ دکھاوے کے نتیجہ میں بھی ہوتا ہے اور منافقت کے نتیجہ میں بھی ہوتا ہے۔ ایک آدمی اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے لیکن حیاء کے نتیجہ میں نہیں بلکہ ریاکاری کے نتیجہ میں۔ وہ عمل استغفار نہیں ہے۔ استغفار کا تعلق حیاء سے ہے اور جب حیاء کے نتیجہ میں خدا سے بخشش مانگی جائے اور اس کے پردۂ ستاری کو طلب کیا جائے تو لازماً حیاء کا تقاضا ہے کہ اس داغ کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایک انسان کے چہرے پر داغ ہو تو جب وہ باہر نکلتا ہے شرماتا ہے اور واپس آکر اس داغ کو دور کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ اس کو اسی طرح تو نہیں لئے پھرتا۔ پس حیاء کا تعلق ایک احساس سے ہے کہ میرے اندر ایک نقص ہے اور وہ حیاء اس نقص کو دور کرنے میں ممد ثابت ہوتی ہے اور اس کی طرف توجہ دلاتی رہتی ہے پس خدا سے بخشش مانگنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اے خدا! میرے پردے ڈھانپ دے اور ہم جو چاہیں کرتے رہیں اور اسی طرح رہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ہمیں موقعہ دے، استطاعت عطا فرما کہ ہم چھپ کر جہاں تک زور لگتا ہے ان گناہوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ پس اس کا تعلق بھی لباس سے ہی ہے۔ دیکھیں کیسا فصیح و بلیغ کلام ہے۔ لباس کے معاً بعد جب کہ عام انسان کا ذہن اس طرف جا ہی نہیں سکتا کہ آگے کیا مضمون ہونا چاہیئے۔ فرمایا: میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرو تو بھی میں تمہارے گناہ بخش سکتا ہوں۔

گناہ بخشنے کا جو اردو محاورہ ہے یہاں اس کی طرف نظر نہ رکھیں بلکہ عربی میں استغفار اور غفران کا جو مضمون ہے اس کو پیش نظر رکھیں تو وہ بات بنے گی جو میں آپ سے پہلے عرض کر چکا ہوں۔ پس مجھ سے ہی بخشش مانگو۔ مجھ سے استغفار کرو۔ میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ نقصان پہنچانے کا ارادہ کرو اور نہ ہی تم مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔ اس کا تعلق بدی اور نیکی

سے ہے۔ خدا کو ویسے تو کوئی نقصان پہنچا ہی نہیں سکتا لیکن خدا کے احکام کی بے حرمتی کر کے گناہوں میں ملوث ہو کر خدا سے ایک قسم کی بے اعتنائی اور تکبر کا اظہار کر سکتا ہے اور نقصان پہنچانے سے یہی مراد ہے۔ فرمایا: تم گناہ تو کرتے ہو اگر مجھ سے بخشش مانگو گے تو میں بخشش دوں گا اور بخش سکتا ہوں لیکن اگر تم بے پرواہ ہو جاؤ اور مجھ سے بے نیاز ہو جاؤ، تمام عمر گناہوں میں ملوث رہو، سیاہ ترین اعمال کے مرتکب ہو لیکن تم میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ یاد رکھو تمہاری نیکیاں بھی مجھ پر کوئی احسان نہیں اور میری سلطنت میں ایک ذرّہ کا بھی اضافہ نہیں کر سکتیں۔ جو کچھ ہے تمہارے لئے ہے۔ گناہ کرو گے تو تم اپنی ذات کو نقصان پہنچاؤ گے۔ اگر نیکیاں کرو گے تو اپنے لئے ہاں یہ فیض میری طرف سے تمہیں پہنچے گا کہ تمہیں بدیوں سے بچاؤں اور تمہارے گناہوں کو بخشوں اور نیکیوں کی جزاء دوں۔ کیونکہ بدیوں کی سزا سے بچنا انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ نیکیوں کی جزاء پانا انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ انسان تو خدا کا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ نہ بدیوں سے نقصان نہ نیکیوں سے اس کا فائدہ لیکن خدا اس کو بدیوں سے بچا کر اور نیکیوں کی جزاء دے کر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ وہ مالک ہے چاہے تو اس کو عطا فرما سکتا ہے اور چاہے تو نہ دے۔ احسان کا رخ کلیتہً خدا کی طرف سے بندوں کی طرف ہے۔

پھر فرمایا:۔ اے میرے بندو! تمہارے سب اگلے اور پچھلے جنّ و انس سب کے سب اوّل درجہ کے متّقی اور پرہیز گار بن جائیں اور اس شخص کی طرح بن جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔ سمجھے ہیں کون مراد ہے؟ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم (مراد ہیں)۔ حضرت مصلح موعود........ نے ایک دفعہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے یہ رستہ کھلا رکھا ہے کہ ایک انسان محمدؐ تک پہنچے لیکن پہنچ کوئی نہیں سکے گا کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا ہے عالم الغیب ہے اس کھلی دوڑ کی آزادی دے کر جانتا ہے کہ کون آگے نکل چکا اور اس کے بعد کوئی اس کو پیچھے نہیں چھوڑ سکے گا۔ اس مضمون کو توڑ مروڑ کر مولویوں نے وہ گند اچھالا اور کہا کہ دیکھو جی! یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اب کتنے محمدؐ بن سکتے ہیں۔ کروڑوں بن سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ہرگز یہ مراد نہیں اور یہ گستاخی نہیں ہے۔ یہ ایک شان کا اظہار ہے۔ خدا تعالیٰ یہی بیان فرما رہا ہے۔ کہتا ہے تم میں سے سارے محمدؐ بن جائیں تب بھی میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اگر اَتْقَاکُمْ سے محمد رسول اللہؐ مراد نہیں تو اور کون مراد ہو سکتا ہے۔ تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ متقی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تھے۔ فرمایا: تم سارے بن جاؤ۔ تب بھی میری سلطنت میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ پس وہ لوگ جو بعض دفعہ عشق محمدؐ میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ گویا خدا محمدؐ کے لئے پیدا ہوا ہے یا تھا، ان کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم خدا کا جو پیغام دے رہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ توحید کامل یہ ہے کہ ہر دوسرا وجود مٹ جائے اور فنا ہو تب بھی خدا کی توحید اسی شان کے ساتھ کامل درجہ پر قائم رہتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا:- متقی پرہیزگار بن جائیں اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہے تو تمہارا ایسا ہو جانا میری بادشاہت میں ایک ذرّہ بھر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جنّ و انس تم میں سے جو سب سے زیادہ بدکار ہے اس کے قلب بد نہاد کی طرح ہو جائیں، اس کے گنہگار دل کی طرح ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں کسی چیز کی کمی نہیں کر سکتے۔ سب سے زیادہ گنہگار کا دل ہو جانا بتاتا ہے کہ دل گناہوں کا مرکز ہے۔ وہیں سے گناہ پھوٹتے ہیں اور بالآخر اسی کو سیاہ کر جاتے ہیں تو یہ مراد ہے کہ مجسم گناہ بن جائیں تب بھی میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے اور پچھلے جنّ و انس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور مجھ سے حاجات مانگیں اور میں ہر ایک انسان کی حاجات پوری کر دوں تو بھی میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی سمندر میں سوئی ڈبو کر اسے باہر نکال لیا جائے تو اس کے کنارے پر جتنا پانی رہ جاتا ہے، اتنی کمی بھی میرے خزانوں میں نہیں آئے گی۔ تم نے جو کچھ مانگنا ہے سب کچھ مانگ لو اور میں سب کچھ عطا کر دوں تو بھی کوئی کمی میرے خزانوں میں نہیں آئے گی۔

اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم دعا کے وقت تنگ نظری سے منع فرماتے تھے۔ دعا کرنی ہے تو کھل کر مانگو۔ بہت اچھا مانگو۔ جتنا مانگ سکتے ہو مانگو۔ وہ مالک ہے وہ اتنا ہی دیگا جتنا تم ہضم کر سکتے ہو۔ سوئی کے ناکے کی مثال میں ایک پیغام ہے جسے ہمیں سمجھنا چاہیئے۔ فرمایا یہ گیا ہے کہ تم سب مانگو اور میں سب کچھ دے دوں تب بھی نقصان نہیں کر سکتے تو پھر خدا کیوں نہیں دے دیتا۔ ہر روز لوگ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! دونوں جہان کی بادشاہتیں دے دے اور سارے مل کر یہ مانگیں کہ اے خدا! ہمیں ساری زمین کی بادشاہت دے دے تو کیا خدا ہر انسان کو یہ دے دیگا اور کیوں نہیں دیتا؟ سوئی کی مثال نے واضح کر دیا ہے کہ خدا کا تم کو عطاء کرنا تمہارے ظرف کے مطابق ہوتا ہے۔ دے تو سکتا ہے مگر تم سنبھال بھی سکتے ہو کہ نہیں تمہیں اس کی توفیق بھی ہے کہ نہیں۔ کتنا ہی وسیع سمندر ہو اس میں سوئی ڈبوؤ گے اور نکالو گے تو اس پر پانی کی ایک معمولی سی فلم سی آجائے گی، اس سے زیادہ کچھ نہیں لگ سکتا تو ہمیشہ ہمیش کے لئے سوئی ڈوبی رہے، نکلے گی تو اتنا ہی پانی لے گی جتنی اس کی توفیق ہے۔ یہ سمندر کا قصور نہیں ہے۔ یہ سوئی کا قصور ہے۔ پس

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اللہ دے تو سکتا ہے لیکن دیتا اتنا ہے جتنا توفیق ہو۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِنْ شَيْئٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں مگر ہم ان خزانوں کو قدر کے مطابق اتارتے ہیں۔ قدر سے مراد وقت کا اندازہ بھی ہے اور وہ لوگ بھی ہیں جن کے لئے خزانے اتارے جاتے ہیں۔ ان کی توفیق کے مطابق خزانوں کے منہ کھولے جاتے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ جب تک انسان کو انٹرنل کمبسچن انجن (INTERNAL COMBUSTION ENGINE) بنانے کی توفیق نہیں ملی تیل کے خزائن کا اس کو کچھ علم نہیں تھا۔ نہ اس طرف نظر تھی۔ بے شمار خزائن بکھرے پڑے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ مصیبت ہے تیل کی وجہ سے ہماری زمینیں بنجر ہو گئی ہیں۔ جہاں جہاں تیل کے اثر باہر ظاہر ہوتے تھے وہ زمینوں کو گندا کر دیتے تھے اور لوگ اسے نقصان سمجھا کرتے تھے۔ جب وہ انجن ایجاد ہوئے جن کے اندر ایندھن جلتا ہے یعنی کوئلہ تو باہر جلتا ہے اور اندر گرمی پہنچاتا ہے لیکن پٹرول انجن کے اندر جلتا ہے۔ جب انسانی دماغ اس حد تک پہنچا کہ ایسی مشینیں ایجاد کرے تو یہ بعینہ وہی زمانہ ہے کہ تیل دریافت ہو گیا۔ پس عطا کرنے والے کی بحث نہیں ہے یعنی صرف اتنا کرنے والے کی بحث نہیں ہے۔ جن لوگوں کی توفیق ہے اس کے مطابق عطا کرنے والا عطا کرتا ہے ورنہ وہ صاحب حکمت نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جو فرماتے ہیں یہ اس کا مفہوم ہے اور دعاؤں کا لاانتہاء ہونا دراصل اپنی لاعلمی کا اظہار ہے۔ ہمیں پتہ نہیں کہ ہماری توفیق کیا ہے اس لئے ہم کم کیوں مانگیں۔ جب علم ہے کہ خدا اتنا ہی دیگا جتنی توفیق ہے اور جتنا سنبھالا جائے تو مانگو پھر بے حد اور وہ پھر اپنے فضل تم پر جاری فرمائیگا اور اس کا تعلق دو باتوں سے ہے، اس دنیا میں بعد کی عمر سے بھی اور مرنے کے بعد کے زمانہ سے بھی کیونکہ توفیق بعض دفعہ بڑھ جاتی ہے۔ ایک بچہ علم کے لحاظ سے کم توفیق رہتا ہے۔ اس کو آپ وہی باتیں بتاتے ہیں جو وہ سمجھ سکتا ہے لیکن ہمیشہ تو ایک حال پر نہیں رہا کرتا۔ وہ علم میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کے علم کے برتن وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں پھر وہ ایسی ایسی باتیں سنبھال سکتا ہے اور جذب کر سکتا ہے اور ان سے فائدے اٹھا سکتا ہے کہ اوّل زمانہ میں جہاں اس کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا تھا، اس کا تصور بھی نہیں جاتا تھا۔ پس پھر توفیق بڑھ جاتی ہے اس لئے اگر آپ زیادہ مانگیں گے تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی آئندہ بڑھی ہوئی توفیق کے زمانے میں وہ آپ کو عطا ہو جائے۔ پھر مرنے کے بعد کی دنیا میں انسان ہمیشہ ترقی کرے گا۔ مسلسل ایک حالت سے اعلیٰ

حالت کی طرف چلے گا اور آج کی دعائیں کل کی دنیا میں کام آئیں گی۔ پس خدا تعالیٰ سے جب مانگا جائے تو لامتناہی ہی مانگنا چاہیئے۔ اپنی موجودہ حیثیت کو دیکھ کر نہیں بلکہ خدا کی لامتناہی شان اور صفات کو دیکھتے ہوئے اور علم کامل کو دیکھتے ہوئے توقع رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اتنا ہی دیگا جتنا ہم آج اپنی ذات میں سما سکتے ہیں اور جوں جوں ہماری ذات کی صلاحیتیں بڑھتی چلی جائیں گی اللہ تعالیٰ ان باتوں کو یاد رکھے گا اور یہ عطا بڑھاتا چلا جائیگا۔ یہ باتیں ہم نے حال ہی میں دیکھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود........ نے خدا تعالیٰ سے جو مانگا تھا اس کے بہت سے حصے آج ہم نے اترتے ہوئے دیکھے ہیں کیونکہ اس زمانے میں جماعت میں وہ صلاحیت نہیں تھی اب وہ صلاحیتیں پیدا ہوئی ہیں۔ زمانے میں وہ صلاحیتیں نہیں تھیں جواب پیدا ہوئی ہیں اور ان صلاحیتوں کے مطابق خدا تعالیٰ نے ان دعاؤں کو یاد رکھا اور حضرت مسیح موعود........ سے وعدہ کیا کہ ہاں میں دوں گا اور ایسی شان سے وہ وعدے پورے کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پس مانگتے ہوئے یاد رکھیں کہ وہی ایک ذات ہے جس سے مانگنا ہے کسی اور سے نہیں مانگنا اور اسی کے آگے دامن پھیلانا ہے اور اسی سے یہ توفیق مانگنی ہے کہ خدا غیر اللہ کا محتاج نہ کرے۔

اس ضمن میں مَیں جماعت کے غریب طبقہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ بعض دفعہ وہ مانگتے تو نہیں مگر طرز ایسی اختیار کرتے ہیں جو مانگنے کے مترادف ہو جاتی ہے۔ مجالس میں بیٹھ کر اپنی غربت کے حال بیان کرتے ہیں۔ خطوں میں تفصیل لکھتے ہیں اور بعض لوگوں بیچاروں کو عادت ہے کہ وہ بار بار بیان کرتے ہیں حالانکہ غربت سے انسان طبعاً شرماتا ہے۔ اپنی کم مائیگی اور بے بسی پر انسان کو اپنی ذات پر تو رونا آتا ہے لیکن بیان کرنے سے شرماتا ہے یعنی یہ صحیح فطرت ہے لیکن جب بیان کرتا ہے تو مراد یہ ہے کہ لوگوں کو علم ہو کہ میں کیا ہوں اور اس کے نتیجہ میں لوگ مجھے کچھ دیں۔ اگر بے اختیاری کی حالت میں ایسا ہو تو گناہ نہیں ہے مگر قول سدید سے کام لینا چاہیئے۔ کسی کو کہنا چاہیئے کہ میں اس طرح ضرور تمند ہوں۔ تمہارا بھائی ہوں۔ تم پر میرا حق ہے۔ مجھے کچھ دے دو اور خدا کی خاطر دو اگر خدا کے حوالے سے مانگا جائے تو یہ عملاً خدا سے مانگنے کی ہی ایک قسم ہے۔ لیکن بعض لوگ یہ بہانہ بناتے ہیں کہ ہم دعا کے لئے کہہ رہے ہیں اور مراد یہ ہوتی ہے کہ جس کو دعا کے لئے کہہ رہے ہیں اس کی دعا سے زیادہ اس کی عطاء پر اعتماد ہے۔ وہ دعا کرے نہ کرے دے تو دے۔ یہ نفس کے باریک دھوکے ہیں اور ہر قسم کے دھوکے کی نفی کرنا توحید کا کام ہے۔ توحیدِ خالص کے نتیجہ میں انسان نفس کے باریک سے باریک دھوکوں سے بھی آزاد ہوتا چلا جاتا ہے۔ توحید جب کامل طور پر عطا ہو جائے تو پھر ایسے بہانوں، ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے انسان بہت بلند ہو جاتا ہے اور یہ سفر ہے جو عام حالت سے حضرت اقدس محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اعلیٰ وارفع ذات کی طرف کا سفر ہے۔ سفر تو سب خدا ہی کی طرف ہونا چاہیئے۔ پھر میں نے کیوں کہا کہ یہ سفر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ذات کی طرف کا سفر ہے اس لئے کہ یہ وہی رستہ ہے جو خدا کی طرف لیجاتا ہے اور اس رستہ پر سب سے آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہیں تو آپ خدا کی طرف پیچھے پیچھے تو سفر کر سکتے ہیں آگے بڑھ کر وہ سفر نہیں کر سکتے۔ اس لئے

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ

کا یہ پیغام سمجھ آجاتا ہے کہ

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ

کہ تم اللہ کی اطاعت کرو یعنی اس کے رسول کی بھی۔ والرسول میں خدا کی ذات کے سوا کوئی ذات مقابل پر کھڑی نہیں کی گئی بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو لیکن کس طرح اطاعت کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اطاعت کرو گے تو خدا کی اطاعت کی سمجھ آئے گی ورنہ تمہیں سمجھ نہیں آسکتی۔ تمہارے لئے اس رسول کی احتیاج ضروری ہو گئی ہے کیونکہ اس نے اطاعت کے سارے مراحل طے کر لئے ہیں اور کامل طور پر کر لئے ہیں اور توحید خالص بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اطاعت ہی سے نصیب ہو سکتی ہے ورنہ بڑے بڑے موحّد کہلانے والے ہیں جن کے نفس نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے۔ میں نے توحید کے نام پر شرک کی تعلیم دینے والے بھی دیکھے ہیں۔ پس ایک ہی پاک توحید ہے جہاں کسی غیر اللہ کا کوئی شائبہ نہیں۔ کوئی سایہ بھی نہیں پڑتا، وہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی توحید ہے اس توحید پر کامل بناء کرتے ہوئے، دل میں ایک ذرہ بھی شک نہ رکھتے ہوئے آپ کی متابعت کریں تو یہ معراج کی طرف حرکت ہے یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے آخری مقام کی طرف حرکت ہے۔

اس ضمن میں مَیں آج کل کے بہت سے موحد کہلانے والے فرقوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو فرقے توحید پر زور دیتے ہیں بہت اچھا کرتے ہیں۔ مثلاً سعودی عرب میں وھابیت کا بڑا زور ہے۔ جتنا وہ توحید پر زور دیتے ہیں اچھی بات ہے اور ایک موحّد کا فرض ہے کہ اس معاملہ میں ان کی تائید کرے لیکن بد نصیبی سے وہ توحید پر سفر ختم کر دیتے ہیں حالانکہ توحید سے سفر شروع ہوا کرتا ہے۔ توحید سے جو سفر شروع ہوتا ہے وہ انسان کو زمین پر نہیں رہنے دیتا۔ وہ مادوں کے ساتھ لپٹائے نہیں رکھتا وہ رفعتیں عطا کرتا ہے۔ اس کے اندر روحانیت لازم ہے۔ توحید ایک زندہ حقیقت کا نام ہے ایک مردہ

جسم کا نام نہیں ہے پس وہ لوگ جو توحید پر زور دیتے ہیں جسم مردہ رکھتے ہیں یعنی ان کے روحانی جسم مردہ ہیں۔ ان میں روح نہیں رہتی اور دعا کی طرف توجہ نہیں ہے۔ ان میں اولیاء پیدا نہیں ہوتے۔ ان میں بلندیوں کی طرف، رفعتوں کی طرف پرواز کرنے والے وجود پیدا نہیں ہوتے۔ ان کی توحید وہ توحید نہیں ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی توحید تھی کیونکہ اس توحید سے تو ایسی پرپرواز عطا ہوتی ہے کہ اس مقام سے آگے لیجاتی ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ جبریلؑ کے پر جل گئے۔ یہ ایک محاورہ ہے کہ حضرت جبریلؑ بھی اگر اس سے آگے بڑھتے تو پر جل جاتے۔ پس توحید رفعتوں کا ہی دوسرا نام ہے وہ زمین سے اٹھاتی ہے اور لامتناہی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔ اگر آپ توحید پر قائم ہیں اور سچے ہیں تو آپ کی روحانی ترقی ضروری ہے۔ اگر موحّد کہلاتے ہیں اور نہ سچی خوابیں آتی ہیں نہ دعاؤں کی توفیق پاتے ہیں نہ دعاؤں کا پھل ملتا ہے تو بڑی جہالت کی بات ہے۔ بیوقوفی ہے کہ ہم توحید پر ہیں حالانکہ توحید پر نہیں ہیں۔

ہمارے جلسہ سالانہ کے بعد علماء کی طرف سے اب جو تبصرے چھپے ہیں اس میں میری طرف یہ منسوب کرتے ہوئے (جو کہ ٹھیک تھا) کہ جماعت احمدیہ خدا کے فضل سے وہ زندہ جماعت ہے جس کا سارے عالم میں اللہ سے تعلق ہے اور ہمیں دعاؤں کے پھل ملتے ہیں۔ ہم معجزے دیکھتے ہیں۔ خدا ہم سے ہم کلام بھی ہوتا ہے۔ ہمیں سچی خبریں بھی بتاتا ہے اور ہمارے حق میں عظیم الشان کام دکھاتا ہے۔ مختصراً یہ اپنے الفاظ میں لکھ کر پھر لکھا ہوا ہے کہ مرزا طاہر کا کیسا مضحکہ خیز بیان ہے۔ اتنا مضحکہ خیز کہ خدا ہم پر مہربان ہوتا ہے۔ خدا ہماری دعائیں قبول کرتا ہے۔ خدا ہمیں نشان دکھاتا ہے۔ یہ مولوی صاحب جن کا یہ بیان ہے اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہیں جو موحّد کہلاتے ہیں۔ جن کی توحید نور تقویٰ سے عاری ہو۔ جن کا اللہ سے گہرا محبت کا تعلق قائم نہ ہو وہ توحید ایک خالی جسم بن جاتی ہے۔ اس میں جان نہیں پڑتی۔ پس جہاں توحید دکھائی دیگی وہ لوگ اچھے لگیں گے۔ پیارے لگیں گے مگر توحید کے جسم میں روح بھی تو ہونی چاہیئے۔ مردہ توحید سے تو انسان کو کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ توحید کے لاشے پھرتے ہوئے دکھائی دیں گے جن میں کوئی جان نہیں، جو خدا سے ملانے کی کوئی اہلیت نہیں رکھتے۔ پس اپنی توحید کو معنی خیز بنائیں۔ ایسا معنی خیز کہ جس کے نتیجہ میں آپ کو قرب الٰہی کے پھل عطا ہوں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا سفر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ توحید سے شروع ہوا توحید پر ختم ہوا اور توحید پر چلتے ہوئے آپ نے جان دی ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ توحید کا یہ سفر وصال الٰہی کے بعد مستقلاً جاری رہنے والا سفر ہے۔ اگر خدا لامتناہی ہے تو کوئی وجود خواہ وہ

کتنا ہی بلند مقام رکھتا ہو اپنی موت تک خدا کو کامل طور پر پا ہی نہیں سکتا۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کا سفر ہمیشہ خدا کی طرف جاری رہنے والا سفر ہے۔ اور اس سفر میں سب سے آگے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا قدم پڑتا ہے اور اسی کا نام قدم صدق ہے۔ پس ہم سے یہ وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم توحید پر قائم رہو گے تو حضرت مسیح موعود...... کو الہاماً یہ بتایا گیا کہ ان لوگوں کو خوشخبری دے دو کہ تمہیں قدم صدق عطا ہوگا۔ اس راہ پر قدم رکھنے کی توفیق ملے گی جس راہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے قدموں کے نشان ملتے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے تم لامتناہی ترقیات کی طرف گامزن ہو جاؤ گے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی نبوت کے آغاز پر نگاہ ڈالیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ توحید اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ آغاز ہی سے سب سے زیادہ زور توحید پر دیا گیا اور سب سے زیادہ قربانی توحید کے نام پر دی گئی ہے۔ توحید کیساتھ غیر اللہ کی نفی بھی شامل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے لاالہ الااللہ جب فرمایا تو لاالٰہ کے مضمون کو بھی خوب کھول کر قوم کے سامنے بیان فرمایا۔ ان کے تمام جھوٹے بتوں کی نفی کر دی۔ ان کے تمام فرضی خداؤں کو مار کے دکھایا اور بتایا کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف ایک ہے جو خدائے واحد و یگانہ ہے۔ اس پر قوم بہت غصہ میں آئی اور بار بار حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو ڈرا دھمکا کر ان باتوں سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی اور جب کسی طرح ان کی پیش نہیں گئی تو حضرت ابو طالب کے پاس پہنچے جو آپ کے چچا تھے اور عرب کے دستور کے مطابق عرب سرداروں میں سے ایک ایسے سردار تھے کہ جن کی پناہ میں اگر کوئی ہو تو اس پر ہاتھ ڈالنا ایک خطرے کا موجب تھا یعنی خواہ کتنا ہی طاقتور قبیلہ ہو اگر کسی بڑے سردار کی پناہ میں کوئی شخص ہو تو اس پناہ میں آئے ہوئے شخص پر ہاتھ ڈالنے سے ڈرتا تھا اور یہی ایک تردّد تھا جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر ظالمانہ حملے کی راہ میں ایک روک بنا ہوا تھا لیکن کفار مکہ کا صبر آخر ٹوٹ گیا۔ وہ ابو طالب کے پاس پہنچے اور یہ بتایا کہ دیکھو یہ ہمیں ایسے ایسے سخت لفظوں سے یاد کرتا ہے ہمارے بتوں کو جھوٹا کہتا ہے۔ ہمیں بیوقوف کہتا ہے اور ایسی دل آزار باتیں کرتا ہے کہ اب ہماری برداشت سے بڑھ گئی ہیں اگر تم نے اپنے اس بھتیجے کو نہ روکا تو ہم نہ صرف یہ کہ اس کے امن کی ضمانت نہیں دیتے بلکہ تم سے بھی اپنے امن کا ہاتھ اٹھاتے ہیں اور تمہیں اگر اس کے بعد کوئی گزند پہنچا تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ وہ اس پر بہت گھبرائے اور حضرت اقدس محمد رسول للہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو بلایا اور یوں مخاطب ہوئے۔

اے میرے بھتیجے! تیری باتوں کی وجہ سے اب قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دے اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرّالبریّہ کہا۔ ان کے بزرگوں کو آسمان کے نیچے بد ترین مخلوق کہا۔ یہ وہی شرّالبریّہ کا لفظ ہے جو بعد کے زمانہ میں آنے والے مولویوں کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے خود استعمال فرمایا ہے۔ اس لئے جس طرح اس وقت ظالم لوگ اس لفظ سے مشتعل ہوئے تھے اب بھی اگر ظالموں نے مشتعل ہونا ہو تو ہوں۔ اس میں ہم بے اختیار ہیں۔ یہ وہ لفظ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اوّلین کے ظالموں کے متعلق بھی استعمال فرمایا اور آخرین میں پیدا ہونے والے ظالموں کے متعلق بھی استعمال فرمایا۔ بہر حال اس سے بہت لوگوں نے طیش کھایا اور غصہ میں آ کر یہ آخری الٹی میٹم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم آخر تک ابو طالب کی بات بڑے تحمل سے سنتے رہے اور پھر فرمایا۔ چچا! یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے۔ یعنی اس میں ہر گز کوئی اشتعال انگیزی نہیں۔ کوئی گالی دینا مراد نہیں ہے۔ میں اپنے نفس کو جانتا ہوں۔ ان چیزوں سے پاک ہے۔ یہ ایسی حقیقت کا بیان ہے جو بالکل بر محل صادق آ رہی ہے۔ پس جو شرّالبریّہ ہے اس کو شرالبریہ کہنا اس حال میں گالی نہیں کہلاتا جب کہ کہنے والا عارف باللہ ہو۔ وہ جانتا ہو کہ یہی ان کی کیفیت ہے اور انہیں سمجھانے کی خاطر، انہیں دکھانے کے خاطر کہ تم کہاں تک جا پہنچے ہو ان کو بتانا پڑتا ہے کہ یہ تمہارا حال ہے۔ اس میں اشتعال انگیزی کا کوئی جذبہ شامل نہیں ہوتا۔ کوئی انتقام کا جذبہ کار فرما نہیں ہوتا۔ غصہ سے بے قابو ہونے کی کوئی حالت اس کی ذمہ دار نہیں ہوتی بلکہ انسان بڑے اطمینان سے سمجھتا ہے کہ مجھے یہ کہنا پڑیگا اور جانتا ہے کہ اس کے بدلہ میں مجھے اپنی جان کا خطرہ درپیش ہوگا۔ تو فرمایا یہ نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو وہ کام ہے جس کے واسطے میں بھیجا گیا ہوں۔ اس کام سے کیسے رک سکتا ہوں۔ میں تو بھیجا گیا ہوں تاکہ لوگوں کی خرابیاں ان پر ظاہر کر کے انہیں سیدھے رستے کی طرف بلاؤں اور اگر اس راہ میں مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اس موت کو اپنے لئے قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اس راہ میں وقف ہے اور میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا۔ اے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو آپ بے شک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہو جاویں مگر میں احکام الٰہیٰ کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا

اور خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا اور میں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتّی کہ خدا اسے پورا کرے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔

اس وقت بیان توحید کے ساتھ آپ میں اس قدر شان پیدا ہو گئی تھی۔ اس قدر آپ کے کلام میں جلال تھا اور رعب تھا کہ آپ نے دیکھا کہ ابو طالب کھڑے رو رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے کہا! اے میرے بھتیجے! جو چاہتا ہے کر۔ میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ میں کبھی تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ پس یہ حضرت مسیح موعود....... کا منشاء ہے کہ جب توحید کا بیان کرتے ہو اور خدا کی عظمت اور جلال کا ذکر کرتے ہو تو اس میں گہری سچائی کے ساتھ ایک خاص شان اور شوکت پیدا ہو جانی چاہیئے اور وہ گہری سچائی تمہیں طاقت بخشنے والی ہو۔ ہر قسم کے خطرات سے تمہیں بے پروا کر دے۔ غیر اللہ کا کوئی خوف تمہاری راہ میں حائل نہ ہو اور جب تم توحید کا بیان کرتے ہو تو ہرگز پرواہ نہ ہو کہ سننے والے اس سے کیا سمجھتے ہیں۔ کیا ردّ عمل دکھاتے ہیں اور تمہیں کیا کیا خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ توحید کا اقرار انسان کے نیک اعمال میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ وہ اقرار ہے جس کے نتیجہ میں انسان خدا کی راہ میں دقتیں برداشت کرنے کی اہلیت اختیار کرتا ہے۔ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانے کی طاقت پاتا ہے اور اس راہ میں وہ سب کچھ کر دکھاتا ہے جس کے وہ دعوے کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے توحید کی راہ میں جو کچھ دکھ اٹھائے ان کی تفصیل تو آپؐ کی سیرت میں ہر جگہ پھیلی پڑی ہے۔ اس وقت اس بیان کے تفصیلی ذکر کا موقعہ تو ہے لیکن وقت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر خطبات کا یہ سلسلہ بہت ہی لمبا ہو جائیگا۔ بعد میں کسی اور موقعہ پر انشاء اللہ سیرت کے بیان میں وہ باتیں پیش کی جائیں گی۔ میں آپ کو آپ کے حوالے سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ نے جب توحید کا پیغام دنیا میں پہنچانا ہے تو یاد رکھیں کہ اس راہ میں تکلیفیں دیئے جائیں گے اور اگر آپ خالص توحید پر قائم ہیں اور سچے دل سے توحید کا اقرار کرنے والے ہیں تو جس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے موحّد پیدا فرمائے اور انہوں نے عملاً ثابت کر دکھایا کہ توحید کے لئے وہ ہر قربانی کے لئے تیار ہیں ویسے نمونے آپ کو پکڑنے ہوں گے ورنہ آپ اوّلین میں کیسے شامل ہوں گے۔ اوّلین کے نمونے ہمارے سامنے کھول کر پیش کر دیئے گئے ہیں اور اس نسبت سے

ہمیں آخرین میں ہی نمونے دکھانے ہوں گے اور ویسے نمونے ہم خدا کے فضل سے دکھا رہے ہیں۔ جب میں دکھانے ہوں گے کہہ رہا ہوں تو آئندہ آنے والی نسلوں کو مستقبل کی یہ تعلیم دے رہا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ اس زمانہ میں توحید کے لئے جتنی جماعت احمدیہ نے قربانیاں دکھائی ہیں دنیا کے پردے پر توحید کے لئے دی جانے والی قربانیاں ایک طرف کر دیں تو اس کے مقابل پر ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس زمانہ میں توحید کے نام پر سوائے جماعت احمدیہ کے کسی کو سزا نہیں دی جا رہی۔ زبانی دکھ، طرح طرح کے ظلم و ستم کے چرکے ایسے ایسے گندے بیانات کی صورت میں جماعت احمدیہ کے خلاف جاری ہوتے رہتے ہیں بلکہ مسلسل ایک سلسلہ چلتا چلا جا رہا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا اس معاملہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتا ہے۔ جہاں بھی جماعت احمدیہ کے اوپر حملے کا مضمون چلے وہاں الاماشاء اللہ چند شرفاء اور شریف النفس لوگوں کے سوا ہر شخص دوسرے کی تائید میں شامل ہو جاتا ہے۔ عدلیہ کی طرف جائیں تو وہاں بھی یہ ظلم بڑی بھیانک صورت میں اپنی انتہاء تک جا پہنچا ہے اور توحید کو ایک ایسا جرم قرار دیا جا رہا ہے کہ جیسے سلمان رشدی نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے تقدس اور اسلام کے تقدس پر بہت ہی ظالمانہ اور بہیمانہ حملے کئے تھے اس کی مثالیں دیکر یہ کہا جا رہا ہے کہ احمدی کا توحید کا بیان ہمیں ایسا ہی تکلیف دیتا ہے جیسے سلمان رشدی کا یہ بیان کہ قرآن کریم شیطان کی نازل کردہ آئتیں تھی خدا کی نازل کردہ آئتیں نہیں تھیں۔ کسی قوم کی اس سے بڑی بدبختی تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ ایک طرف سلمان رشدی ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے قلب مطہر پر نازل ہوا تھا بلکہ سراسر شیطان کا کلام ہے اور آج کے شرالبریہ یہ کہتے ہیں کہ جب احمدی

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے تو یہ کلام ہمیں ایسا دکھ پہنچاتا ہے جیسے سلمان رشدی کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور پاکستان کی گلیوں میں اگر ایسے سلمان رشدی آزاد چھوڑ دیئے گئے جو جگہ جگہ لاالہ الااللہ کا اعلان کرتے پھریں گے تو ان لوگوں کے امن کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی جس کا دل چاہے ان کو قتل کرتا

باقی ص۴۱

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے

"مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے"

تقویٰ ـــ ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود کی روشنی میں ـــ

۲

مرتبہ: محترم عبدالوہاب احمد صاحب۔ مربی سلسلہ حال کراچی

تقویٰ اور علم و دانش اور ہدایت

تعلیم تقویٰ اور فراست

اللہ تعالیٰ نے ہم کو تقویٰ کی تعلیم دے کر ایک ایسی کتاب ہم کو عطا کی جس میں تقویٰ کے وصایا بھی دیئے۔ سو ہماری جماعت یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان پر لگائے کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں...... صحیح فراست اور حقیقی دانش کبھی نصیب نہیں ہو سکتی جب تک تقویٰ میسر نہ ہو...... اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ یعنی مومن کی فراست سے بچو.... یاد رکھو متقی کا یہ کام نہیں کہ وہ ان لوگوں سے جھگڑے اور مقابلہ کرے جو قرب الٰہی کا درجہ رکھتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 120۔66۔35)

دینی علوم کی کنجی اور جڑ

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ چالاکی سے علوم القرآن نہیں آتے...... اصل ذریعہ تقویٰ ہی ہے۔ متقی کا معلم خدا ہوتا ہے...... قرآنی علوم یا آسمانی علوم کے لئے تقویٰ مطلوب ہے نہ دنیوی چالاکیاں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428)

دینی علوم...... کی تحصیل کے لئے تقویٰ اور طہارت کی ضرورت ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ پس جس شخص کو دینی علوم حاصل کرنے کی خواہش ہے اسے لازم ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرے۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 227)

تقویٰ کا مدار علم پر ہے..... دینی عقل اور ہے اور دنیوی عقل اور ہے... دینی عقل تقویٰ سے تیز ہوتی ہے۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 425۔305)

جو روح القدس سے بولتے ہیں وہ بجز تقویٰ کے نہیں بولتے یہ خوب یاد رکھو کہ تقویٰ تمام دینی

علوم کی کنجی ہے۔ انسان تقویٰ کے سوا ان کو نہیں سیکھ سکتا...... ہر ایک علم (اخروی علم) کی جڑ تقویٰ ہی ہے۔ اور تمام نیکیوں کی جڑ یہی تقویٰ ہے۔ (ملفوظات جلد 9 صفحہ 152۔151)

وہ کلام جو روح القدس کی تائید کے ساتھ ہوتا ہے وہ تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تمام دینی علوم کی کنجی تقویٰ ہی ہے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 152)

ہدایت اور نکات دینی

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ...... قرآن شریف کو سمجھنے اور اس کے موافق ہدایت پانے کے لئے تقویٰ ضروری اصل ہے...... جس کا دل خراب ہے اور تقویٰ سے حصہ نہیں رکھتا...... اسے دین کے حقائق اور معارف سے حصہ نہیں ملتا بلکہ دین کے لطائف اور نکات کے لئے متقی ہونا شرط ہے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 151)

مدعائے انبیاء

حصول تقویٰ کے پیچھے لگو...... سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل طے کرو۔ جتنے نبی آئے سب کا مدعا یہی تھا کہ تقویٰ کا راہ سکھلائیں...... قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے...... تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ...... خدا کی راہ بغیر تقویٰ کے نہیں کھلتی۔

(ملفوظات جلد 2۔ صفحہ 392۔302)

متقی اور قرآن

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ قرآن بھی ان لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں...... جہالت اور حسد اور بخل سے قرآن شریف کو نہ دیکھیں بلکہ نور قلب کا تقویٰ ساتھ لیکر صدق نیت سے قرآن شریف کو پڑھیں۔ یہ کتاب تقویٰ کرنے والوں کو ہدایت کرتی ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 336 جلد 9 صفحہ 152)

تقویٰ اور نماز

قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علت غائی ہے اگر انسان تقویٰ اختیار نہ

کرے تو اس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں۔
(ملفوظات جلد 4 صفحہ 48)

تقوٰی اور قرب و رضا توجہ و تجلّی اور معیت الٰہی

قرب و رضا

جب تک خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو کچھ نہیں ملتا اور خدا سے قریب کرنے والی بات صرف تقوٰی ہے.......... خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے اس کی نظر ہمیشہ تقوٰی پر ہے۔
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 343-239)

تقوٰی کا مرحلہ بڑا مشکل ہے۔ اسے وہی طے کر سکتا ہے جو بالکل خدا تعالیٰ کی مرضی پر چلے جو وہ چاہے وہ کرے اپنی مرضی نہ کرے۔ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 227)

توجہ و تجلّی

تقوٰی والے پر خدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے وہ خدا کے سائے میں ہوتا ہے مگر چاہیئے کہ تقوٰی خالص ہو۔
جب تک انسان تقوٰی میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقوٰی اختیار کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔
(ملفوظات جلد 2 صفحہ 301 صفحہ جلد 4 صفحہ 360)

اللہ تعالیٰ کی معیت

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ان کی نصرت کرتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی معیت کا ثبوت اس کی نصرت ہی سے ملتا ہے۔
خدا کی محبت متقی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۔
تقوٰی وہی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا خدا تعالیٰ کی معیت بتا دیتی ہے کہ یہ متقی ہے۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 420۔ جلد 2 صفحہ 150۔ جلد 9 صفحہ 262)

اپنے دل اور دماغ سے کام لیں اور نفوس کا تزکیہ کریں راستبازی اور تقوٰی سے خدا تعالیٰ سے امداد اور فتح چاہیں...... اللہ تعالیٰ لاف و گزاف اور لفظوں کو نہیں چاہتا وہ تو حقیقی تقوٰی کو چاہتا اور سچی طہارت کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 61)

تقویٰ اور فتح و نصرت اور کامیابی و فلاح

فتح کی کنجی تقویٰ

اگر ہم نری باتیں ہی باتیں کرتے ہیں تو یاد رکھو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ فتح کے لئے ضرورت ہے تقویٰ کی فتح چاہتے ہو تو متقی بنو۔

یاد رکھو تمہاری فتح تقویٰ سے ہے..... آدم سے لیکر آج تک کسی کو تقویٰ کے سوا فتح نہیں ہوئی۔ فتح کی کنجی خدا کے ہاتھ میں ہے فتح صرف اسی کو ہو سکتی ہے جس کا بحر تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ تقویٰ کا پودا قائم ہو جائے تو اس کے ساتھ زمین و آسمان الٹ سکتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 232۔179 جلد 2 صفحہ 340)

نصرت خداوندی

تقویٰ اختیار کریں تا کہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور محبت کا فیض ہمیں ملے......

یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی نصرت کبھی بھی ناپاکوں اور فاسقوں کو نہیں مل سکتی اس کا انحصار تقویٰ ہی پر ہے۔ خدا کی اعانت متقی ہی کے لئے ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 420۔233)

دین کی تائید و نصرت

بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے...... جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال نہیں ہو سکتی.......

اس وقت تقویٰ بالکل اٹھ گیا ہے۔ اس دین کے دو ہی بڑے حصے تھے ایک تقویٰ دوسرے تائیدات سماویہ..... تقویٰ نہیں رہا اور تائیدات سماویہ کا یہ حال ہے کہ خود تسلیم کر بیٹھے ہیں کہ مدت ہوئی ان میں نہ کوئی نشانات ہیں نہ معجزات اور نہ تائیدات سماویہ کا کوئی سلسلہ ہے۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ تقویٰ نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ دین کی تائید و نصرت کرتا مگر وہ نصرت تقویٰ کے بعد آتی ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 303 جلد 5 صفحہ 34)

صدق اور وعدہ فلاح

متقی کا یہی کام ہے کہ وہ ہمیشہ ایسے سرے تیار کرتا رہے جس سے اس کا روحانی نزول الماء دور ہو جائے...... مختلف کوششوں اور تزکیوں سے وہ نور حاصل کرتا ہے............ اس کا ایمان بالغیب ہے یہی اس کا صدق ہے اور اس صدق کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ فلاح پائے گا۔ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ...... تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے مسلمان پوچھنے پر الحمدللہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے۔ اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 78۔29۔28)

کامیابی کی جڑ

ہر ایک کامیابی کی جڑ تقویٰ اور سچا ایمان ہے۔ اس کے نہ ہونے سے گناہ صادر ہوتے ہیں...... اگر تقویٰ پر قدم ماریں اور ایمان پر قائم رہیں تو کبھی کسی کو تکلیف نہ ہو۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 336)

مبارک وہ ہے جو کامیابی اور خوشی کے وقت تقویٰ اختیار کرے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 157)

تقویٰ اور عزت و عظمت

معیار تکریم و تعظیم

مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ.... اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا کہ میرے نزدیک ذات کی کوئی سند نہیں حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔

ہمارا مذہب یہی ہے اور یہی سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تکریم اور تعظیم کا معیار صرف تقویٰ ہی ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 37۔36 جلد 2 صفحہ 139)

اکرام انسان

خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز متقی ہی ہے...... حقیقت میں تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے

انسان کا اکرام ہوتا ہے۔

تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل امی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 374۔344 جلد 4 صفحہ 362)

صدور خوارق اور بزرگی

یاد رکھو تقویٰ بڑی چیز ہے۔ خوارق کا صدور بھی تقویٰ ہی ہوتا ہے اور اگر خوارق نہ بھی ہوں پھر بھی تقویٰ سے عظمت ملتی ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی رکھنے والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 347 جلد 3 صفحہ 343)

فرشتوں کا کلام اور ولایت

متقی ہی اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں۔ تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے...... متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔

اِنْ اَوْلِیَآءُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کامل طور پر جب تقویٰ کا کوئی مرحلہ باقی نہ رہے تو پھر یہ اولیاء اللہ میں داخل ہو جاتا ہے اور تقویٰ حقیقت میں اپنے کامل درجہ پر ایک موت ہے...... ولایت کا حصہ تقویٰ ہی پر ہے۔ خدا تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں ہو کر اگر اسے حاصل کرو گے تو کمال تک پہنچ جاؤ گے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 344 جلد 4 صفحہ 362۔43 جلد 6 صفحہ 340)

اولیاء و اقطاب اور شہرت

جس قدر اولیاء اللہ اور اقطاب گزرے ہیں انہوں نے جو کچھ حاصل کیا تقویٰ ہی سے حاصل کیا اگر وہ تقویٰ اختیار نہ کرتے تو وہ بھی دنیا میں معمولی انسانوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے...... جس قدر شہرت اور عزت انہوں نے پائی یہ سب تقویٰ ہی کی بدولت تھی۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 107)

باقی صـ ۳۴

قناعت ـــ ایک لازوال خزانہ

محترم نصراللہ خان صاحب ناصر۔ ربوہ

انسان کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی محبت اور مخلوق خدا سے ہمدردی ہے اسی طریق کو اختیار کرتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکتا ہے اور یہی وہ نسخہ ہے جس سے وہ نافع الناس وجود بن سکتا ہے۔ اور یہ لازمی بات ہے کہ اگر انسان کی نگاہ رضائے الٰہی پر مرتکز ہو گی تو وہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے گا سفلی زندگی کی محبت سرد پڑ جائے گی اور وہ تبتل الی اللہ کا رنگ اختیار کرتے ہوئے اپنا مطلوب و مقصود اپنے رب کریم کو بنائے گا۔ طمع، حرص، لالچ۔ بے جا تمناؤں، تنعّم اور عیش و عشرت کی زندگی سے ہٹ کر وہ ایسی زندگی گزارے گا جس سے اس کا دل محبت الٰہی سے معمور ہو اور پھر اس کی مخلوق کی طرف جھکے۔ قناعت کی صفت اس عظیم مقصد کو پورا کرتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اسوہ اس عظیم صفت قناعت سے مزین نظر آتا ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

قناعت کے معنے ہیں جو کچھ حصہ میں آئے اس پر صبر کرنا، رک جانا۔ قانع ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ اس چیز پر راضی ہو جائے جو اس کے حصہ میں آئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھنا اور ادھر اُدھر ایسے شخص کی طرف حرص کی، لالچ کی نگاہ نہ کرنا جو اس سے بہتر زندگی کی آسائشیں رکھتا ہو۔

اس ضمن میں ہادیٔ کامل سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں پر اس کے اثرات کا بیان ہمارے لئے راہنمائی کا موجب ہے۔

(1)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قناعت کو لازوال خزانہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس پر کوئی فنا نہیں یعنی اس کے اثرات اور فوائد ہمیشہ قائم رہیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَنَاعَةُ كَنْزٌ لَا يَفْنىٰ

(رسالہ قشیریہ باب القناعۃ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 750)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ واضح ہے کہ انسان کے اپنے اندوختے اور خزانے تو ختم ہو سکتے ہیں اور وہ ہمیشہ نہیں رہتے۔ مگر ایک قناعت اختیار کرنے والا انسان چونکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے خزانے پر کوئی فنا نہیں اسے بقا حاصل ہے اور وہ لازوال ہے۔

(2)

قناعت کی بہترین صورت تو یہ ہے کہ انسان جو ضروریات زندگی پائے اس کے بعد دنیا کی مزید حرص و آز نہ رکھے اور نہ آرام و آسائش کی رغبت کرے اور جو اسے ملے اسے اپنے رب کی عطا سمجھتے ہوئے شکر و حمد کے جذبات رکھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہی مترشح ہوتا ہے۔

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ مُحْصِنِ الْاَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَا فِيْرِهَا ٥

(جامع ترمذی کتاب الزہد باب فی الزہاد فی الدنیا)

حضرت عبیداللہ بن محصن الانصاری الخطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دلی اطمینان اور جسمانی صحت کے ساتھ صبح کی اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے گویا کہ اس نے ساری دنیا جیت لی اور اس کی ساری نعمتیں اسے مل گئیں۔

(3)

دنیا سے بے رغبتی، سادگی اور بے تکلف زندگی گزارنے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعّم اور عیش و نشاط کی طرز معاشرت سے منع فرمایا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ: هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (بخاری کتاب الاشربۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ریشم اور دیباج پہننے سے منع فرمایا اسی طرح سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت فرمائی آپ نے فرمایا یہ چیزیں دنیا میں دوسروں کے لئے ہیں اور آخرت میں صرف تمہیں نصیب ہونگی۔

(4)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غنٰی کی وضاحت یہ فرمائی ہے کہ دولت مندی دل کی دولتمندی ہے نہ کہ ظاہری دولت مندی غناء سے تعبیر ہوگی۔ چنانچہ بخاری کی حدیث (کتاب الزکوٰۃ) میں ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا فرماتے تو میں عرض کرتا حضورؐ یہ کسی ایسے شخص کو عطا فرمادیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے اس پر آپ فرماتے جو مال حرص طمع اور آرزو کے بغیر تجھے ملے وہ لے لینا چاہیئے اس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ لے لو اور محفوظ رکھو، پھر چاہو تو استعمال میں لاؤ اور چاہو تو صدقہ کردو۔ جو تجھ کو نہیں ملتا اس کے پیچھے مت بھاگو اور جو ملتا ہے اس کے لینے سے بلاوجہ انکار نہ کرو......... سالم کہتے ہیں کہ حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے اور جو چیز انہیں دی جاتی وہ لینے سے انکار نہیں کرتے تھے"

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہش اور طمع سے بھی منع فرمایا سوال کرنے کو پسند نہیں کیا۔ عطا سے انکار سے بھی روکا اور ضرورت نہ ہونے کی صورت میں اسے محفوظ رکھنے اور کسی ضرورت مند تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی پھر اس میں صحابہؓ کے اعلیٰ کردار کی جھلک بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند کی ضرورت کا احساس رکھتے تھے اور کسی چیز کی طلب نہ کرتے اور عطا کو خوشی سے قبول کرتے۔ جب قناعت کی یہ صورت ہو اور طمع اور حرص کا کوئی عنصر نہ پایا جاتا ہو تو محبت اور ایثار کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اور محض دنیا کے حصول کے لئے جو بھاگ دوڑ ہو سکتی ہے۔ مومن اس سے گریز اختیار کرتا ہے۔ اور وہ حسد اور عناد سے محفوظ امن و اطمینان کے لازوال خزانہ کو پالیتا ہے۔

(5)

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے رب کریم کی عطا پر شکر بجالاتے اور اس کی حمد کے ترانے گاتے چنانچہ مسلم کتاب الزھد کی ایک روایت ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ ہم فقراء

مہاجرین میں شامل نہیں؟ اس پر عبداللہؓ نے اس شخص سے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس رہ کر تم آرام پاتے ہو اس نے کہا۔ ہاں بیوی ہے۔ پھر اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس رہنے کے لئے مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں مکان بھی ہے اس پر انہوں نے کہا پھر تو تم دولتمندوں میں سے ہو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ اس پر عبداللہؓ بن عمرو بن عاص نے کہا پھر تو تم خاصے امیر اور حاکم بھی ہو۔

(6)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محنت و مشقت کے باعث تکلیف کے اظہار اور خادم کے سوال پر ایک بیش قیمت اطمینان قلب کا نسخہ بتایا۔ اور فرمایا کہ سوال سے بہتر چیز بتاؤں کہ جب تم بستروں پر لیٹنے لگو تو چونتیس دفعہ اللہ اکبر کہو، تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمدللہ کہو۔ یہ ہدایت فرما کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار، کمزوریوں کے اعتراف اور اللہ تعالیٰ کی عطا اور انعام پر اسے تعریف کا مستحق قرار دینے کی طرف توجہ دلائی۔ جس سے کسی آسائش اور آرام کی زندگی سے بے رغبتی اور انابت الی اللہ کا سبق دیا۔

دنیا سے بے رغبتی اور صبر و قناعت کی زندگی ہی وہ اعلیٰ زندگی ہے جس سے خالق و مخلوق کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے اور کیا ہی وہ مبارک انسان ہے جس کے دل میں عشق الٰہی موجیں مار رہا ہو اور زبان ذکر الٰہی سے تر........ اور اس ہدایت پر عمل کر رہا ہو۔

عادت ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشق صنم لب پہ مگر نام نہ ہو!

بقیہ صـ ۳۰

تقویٰ اور معجزات اور الہام و کشوف

معجزات اور الہامات

معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں اصل تقویٰ ہے۔ جو متقی ہے اسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں۔ معجزات دیکھنے ہوں تو تقویٰ اختیار کرو۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 393۔302)

رپورٹ سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یو۔ کے

مجلس انصار اللہ یو۔ کے کا گیارہواں سالانہ اجتماع مورخہ 17 ستمبر تا 19 ستمبر 1993ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار منعقد ہوا۔

افتتاحی اجلاس

پہلے روز 17 ستمبر کو نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تمام انصار "محمود ہال" میں بغرض طعام جمع ہوئے اور پھر اجتماع میں شرکت کے لئے "اسلام آباد" ٹلفورڈ روانہ ہوئے۔ جہاں بعد از رجسٹریشن سات بجے شام افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔ اس اجتماع کے افتتاح کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے محترم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ یو۔ کے کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔

تلاوت، عہد اور نظم کے بعد محترم امیر صاحب نمائندہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی افتتاحی تقریر کا آغاز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ حضور انور نے انہیں اپنا نمائندہ بنا کر جو اعزاز بخشا ہے، سے کیا۔ بعد ازاں انہوں نے انصار اللہ یو۔ کے، کو ان کی ذمہ داریوں کیطرف توجہ دلاتے ہوئے "تربیت اولاد" پر بہت ہی مؤثر انداز میں نصائح فرمائیں۔ اور انصار کو توجہ دلائی کہ جب تک وہ از خود اپنی عملی زندگی کو اس قابل نہیں بناتے اپنی اولاد سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اخلاقی شعار کو اپنائیں گے۔ بالکل عبث ہے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر امن کا گہوارہ ہوں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد اپنے بزرگوں کا نام روشن کرنے والی ہو۔ تو آپ کو خود ان باتوں پر عمل پیرا ہونا پڑیگا۔ دوسری اہم ذمہ داری جس کی طرف محترم امیر صاحب نے توجہ دلائی۔ وہ یہ تھی۔ کہ آج کل مغرب کی تقلید میں نوجوان نو بیاہتا جوڑے اپنی ازدواجی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں۔ ایسے ایسے دلخراش واقعات کا سامنا ہے جس کا چند سال قبل تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر علیحدگیاں گھروں کو تباہ کرنے میں سرعت اختیار کر رہی ہیں۔ اور اس میں سب سے زیادہ قصور والدین کا ہے۔ اس لئے انہوں نے اس بات کے لئے نہایت رقت بھرے جذبات اور درد بھرے دل سے انصار سے اپیل کی۔ کہ وہ اپنے بچوں کو سنبھالیں۔ گھروں کو سنبھالیں۔ اور عقل و فہم۔ محبت و پیار سے بچوں کو سمجھائیں۔ مکرم امیر صاحب کا خطاب دلائل سے بھرپور۔ نہایت عمدہ ناصحانہ رنگ لئے ہوئے تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا دل ہو۔

جوان کے درد بھرے الفاظ سے متاثر نہ ہوا ہو۔

بعد ازاں مغرب وعشاء کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔ اور عشائیہ کے بعد ایک پر لطف سوال و جواب زیر صدارت مکرم عطاء المجیب صاحب راشد۔ امام بیت الفضل لندن منعقد ہوئی۔ آپ کی معاونت مکرم عبدالکریم صاحب شرما۔ مکرم لئیق احمد صاحب طاہر اور مکرم محمد الیاس خان صاحب نے کی۔ چنانچہ یہ دلچسپ مجلس ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ اور رات ساڑھے دس بجے اجتماع کا پہلا روز اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا روز مورخہ 18 ستمبر 1993ء بروز ہفتہ

نماز تہجد و فجر باجماعت کے ساتھ آغاز ہوا جو محترم مولانا محمد عثمان صاحب چینی نے پڑھائی بعد میں درس القرآن محترم بشیر احمد صاحب آرچرڈ اور درس الحدیث محترم منیر الدین صاحب شمس نے دیا صبح کی سیر اور "نظام قدرت کا مطالعہ" بھی اجتماع کا حصہ تھا۔ انصار نے اس مقابلہ میں بھی بڑے شوق سے حصہ لیا۔ اور دلچسپ مضامین تحریر کئے۔

صبح نو بجے کھیلوں کے مقابلے شروع ہوئے جس میں پیغام رسانی، 100 میٹر کی دوڑ، گولہ پھینکنا، رسہ کشی، میوزیکل چیئرز اور والی بال شامل تھے۔ ARM WRESTLING ایک نیا مقابلہ اس اجتماع میں شامل کیا گیا۔ انصار نے نہایت ذوق سے ان کھیلوں میں حصہ لیا نماز ظہر و عصر کے معاً بعد علمی مقابلے شروع ہوئے جس میں تلاوت قرآن پاک، نظم، فی البدیہہ تقاریر اور تحریری علمی مقابلے ہوئے یہ سلسلہ شام کے چار بجے تک جاری رہا۔

چار بجے شام دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں پہلے محترم بشیر احمد خان صاحب رفیق نے سیرت نبویؐ کے موضوع پر بڑے دل نشین انداز میں تقریر فرمائی۔ بعد ازاں محترم عطاء المجیب صاحب راشد امام بیت الفضل لندن نے سیرت حضرت مسیح موعود کے ایک پہلو "پیغام حق" پر بڑی موثر اور ایمان افروز تقریر فرمائی۔

ساڑھے چھ بجے شام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خدام میں تشریف فرما ہوئے اور ایسی روحانی مجلس کا کیف طاری ہوا کہ انصار سحر انگیز ماحول میں ہمہ تن گوش ہو کر حضور انور کے بصیرت افروز جوابات اور برموقعہ پاکیزہ لطائف سے محظوظ ہوتے رہے۔ انصار کی خوشی اور مسرت نقطہ عروج پر تھی اور وہ بجا طور پر اپنی قسمت پر نازاں تھے۔ الغرض دیر تک یہ بابرکت مجلس قائم رہی حتیٰ کہ موذن نے فضاء کو مرتعش کیا۔ اور دعوت عام دی کہ "آؤ نماز کے لئے" اور پھر تمام حاضرین نے اپنے پیارے آقا کی امامت میں نماز مغرب وعشاء ادا کیں بعد ازاں حضور نے انصاراللہ کی دعوت طعام کو قبول فرما کر انہیں ایک اور

اعزاز بخشا۔

تیسرا روز 19 ستمبر 1993ء بروز اتوار

نماز تہجد و فجر باجماعت ادا کی گئیں۔ ناشتہ کے بعد سب سے پہلے ہاکی کا فائنل میچ مابین انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ ہوا۔ "احمدیہ مسلم ٹائیگرز" کی دعوت پر تاتار سے ایک ہاکی ٹیم اپنے وزیر ——— (DEPUTY MINISTER SPORTS) کی سرکردگی میں لندن آئی ہوئی تھی۔ انہوں نے نہایت دلچسپی سے ہاکی کا میچ دیکھا۔ بعد ازاں حضور انور کے ساتھ تمام کھلاڑیوں جس میں ہمارے تاتاری مہمان بھی شامل تھے بہت سے فوٹو ہوئے ہاکی کے فائنل میچ کے معاً بعد کبڈی کا فائنل میچ تھا۔ حضور انور کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے انصار و خدام کے مابین یہ مقابلہ برابر رہا۔ اس کے بعد (ARM WRESTLING) کا مقابلہ ہوا حضور انور نے اس کے فائنل میں بھی تشریف لا کر انصار کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ نماز ظہر و عصر اور دوپہر کے کھانے کے بعد تیسرا اجلاس شروع ہوا جس کی صدارت محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ یو۔ کے نے فرمائی۔ تلاوت کلام پاک اور نظم کے بعد دوئم اور سوئم آنے والے انصار اور اطفال کو محترم امیر صاحب نے انعامات مرحمت فرمائے۔

اختتامی اجلاس

اس اجلاس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس جلوہ افروز ہوئے۔ تلاوت قرآن کریم، عہد اور نظم کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ یو۔ کے نے سالانہ رپورٹ حضور انور کی خدمت میں پڑھ کر سنائی۔ بعد ازاں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت اپنے دست مبارک سے اول آنیوالے انصار کو انعامات سے نوازا۔

آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے انصار اللہ یو۔ کے کو مبارکباد دیتے ہوئے نہایت جامع نصائح فرمائیں، خصوصاً "دعوت الی اللہ" کے بارے میں بہت اہم نکات بڑے روح پرور انداز میں بیان فرمائے۔ حضور انور نے فرمایا کہ آج آپ سب نے کبڈی کا میچ دیکھا۔ دنیائے روحانیت میں بھی کبڈی کا میچ شروع ہو چکا ہے۔ آپ نے وہ میچ جیتنا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی تنظیم نو کریں اور دعاؤں کے ساتھ اس میدان میں کود پڑیں اور پھر جب آئندہ سال یہاں جمع ہوں تو ہمارے درمیان یورپ کے لوگ بھی شامل ہوں جو کلمۂ توحید سے فیضیاب ہو چکے ہوں۔ حضور انور کی اقتدا میں اختتامی دعا کے ساتھ مجلس انصار اللہ یو۔ کے کا یہ سالانہ اجتماع بخیر وعافیت اختتام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک

اے اسیران رہ مولا سلام

اے فقیران رہ مولا سلام
راہگیران رہ مولا سلام
اے صغیران رہ مولا سلام
اور پیران رہ مولا سلام
ہمصغیران رہ مولا سلام
اے اسیران رہ مولا سلام

وقف کر کے راہ حق میں زندگی
تم نے پائی سروری تابندگی
حق نے بخشی ہے تمہیں پائندگی
پا لیا ہے مدعائے زندگی
لا جرم ہے آپ کا عالی مقام
اے اسیران رہ مولا سلام

چھوڑ کر دیں کے لئے سارا جہاں
جھیلنی تم کو پڑی قید گراں
راہ حق میں اتنی ساری سختیاں
یہ شدائد الحفیظ و الاماں
حافظ و ناصر خدائے ذوانتقام
اے اسیران رہ مولا سلام

تم علی وجہ البصیرت پاکباز
کچھ نہیں تم میں ہوا و حرص و آز
خواہش نفس دنی سے بے نیاز
"طاہر و محمود" کے تم سب ایاز

خادمان سید خیر الانامؐ
اے اسیران رہ مولا سلام

"بامشقت" قید تنہائی بھی ہے
شام غم درد و الم لائی بھی ہے
اور در حق پر جبیں سائی بھی ہے
حق تعالیٰ سے شناسائی بھی ہے
اور دعا کرنے پہ ہے حاصل دوام
اے اسیران رہ مولا سلام

راہ حق میں ہے "اسیروں" کا وقار
اور "سلاسل" بن گئے پھولوں کے ہار
ایسی ذلت پر ہے سو عزت نثار
دیں مقدم زندگی ناپائدار
ہے یہی رہ باعث صد احترام
اے اسیران رہ مولا سلام

ابتلاء کی رات ہے صبر آزما
ابر ظلمت سر پہ ہے چھایا ہوا
ہے مگر اپنا خدا مشکلکشا
آفتاب صبح ہو گا رونما
جلد ہو گا ظلمتوں کا اختتام
اے اسیران رہ مولا سلام

ہے فقط پیش نظر ہر دم خدا
جھک گئے سر بہر تسلیم و رضا
تم نے ایفا کر دیا "عہد وفا"
سب عمل ہے حسب فرمان خدا

زندہ باد اے کاروان تیز گام
اے اسیران رہ مولا سلام

ہو مبارک دین کی دولت تمہیں
ہو مبارک دین کی خدمت تمہیں
کب ہے یہ ذلت ملی عظمت تمہیں
مل گئی دنیا میں ہی "جنت" تمہیں
یاد رکھتا ہے تمہیں اپنا امام
اے اسیران رہ مولا سلام

دین و دنیا میں رہو تم کامیاب
فضل و رحمت کے برستے ہوں سحاب
"ہو جزا حسن عمل کی بے حساب
درگہ باری میں ہووے بار یاب"
کر رہا ہے خود خدا سب اہتمام
اے اسیران رہ مولا سلام

ہے دلوں پر نقش صورت آپ کی
موجب صد رشک سیرت آپ کی
کھینچ لیتی ہے محبت آپ کی
ہے عذاب جان فرقت آپ کی
کر رہے ہیں ہم دعائیں صبح و شام
اے اسیران رہ مولا سلام

عاشقوں کا "شوق قربانی" قبول
مومنوں کا جوش ایمانی قبول
جذب الفت کی فراوانی قبول
راہ حق میں خوں کی ارزانی قبول

کھل گئے در جنتوں کے لا کلام
اے اسیران رہ مولا سلام

مومنوں کی التجاؤں کے طفیل
اپنے "آقا" کی دعاؤں کے طفیل
حق تعالیٰ کی رضاؤں کے طفیل
فضل و رحمت کی فضاؤں کے طفیل
ایک دن آزاد ہوں گے سب غلام
اے اسیران رہ مولا سلام

ہو خدا کی ذات پر ہی انحصار
اور کریں کامل "توکل" اختیار
اور بنائیں "اتقا" اپنا شعار
دل قوی رکھیں دعاؤں پر مدار
بندگان کامران و شاد کام
اے اسیران رہ مولا سلام

محمد ابراہیم شاد

بقیہ صفحہ ۱۲

پھرے۔ جس کا دل چاہے ان کا مال لوٹے۔ پس توحید کے لئے جسطرح اوّلین نے قربانیاں دی تھیں خدا کی قسم! آج آپ ہیں جو توحید کے لئے ایسی ہی قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ میں چند مثالیں آپ کے سامنے رکھوں گا تو پھر آپ دیکھنا کہ کس طرح پاکستان کی گلیوں میں مکّہ کی گلیوں کے واقعات دہرائے جا رہے ہیں۔ وہ تاریخ از سر نو ہمارے خون سے لکھی جا رہی ہے۔ ہماری عزتوں کی قربانیوں سے وہ تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ پس ہم توحید کے محض دعویدار ہی نہیں ہیں۔ ہم توحید کو اپنے اعمال میں جاری کر چکے ہیں آج ایک ہم ہی تو ہیں جو توحید کے نام پر ہر قسم کے ابتلاؤں میں مبتلا کئے گئے اور ہر ابتلاء سے ثابت قدم باہر نکلے ہیں۔ اسی کا نام قدم صدق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت احمدیہ کو قدم صدق عطا فرماتا رہے۔ یہی وہ قدم ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی غلامی میں معراج تک پہنچتا ہے۔ ہمیں اس [illegible] کے قدم [illegible] تک پہنچنے کا بھی تصور نہیں آسکتا مگر یہ وہ راہ ہے جس میں جس قدم پر بھی [illegible] سلم کے جس نقش قدم پر بھی ہماری جان جائے گی خدا کی

یہ آسمان کا نشان تھا

"پس خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کے یہی دن ہیں ۔ مَیں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جس قدر اپنی ہستی کا ثبوت مجھے دیا ہے میرے پاس الفاظ نہیں جن میں مَیں اُسے ظاہر کر سکوں ۔ وہی خدا ہے جس نے براہین کے زمانہ میں ان تمام امور کی جو آج تم دیکھ رہے ہو خبر دی ...... مَیں یہ بھی تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس زمانہ کی تمام نبیوں نے خبر دی ہے ۔ یہ آخری ہزار کا زمانہ آگیا ہے ۔ اور دیکھو یہ وقت ہے جس کے لئے گیارہ سَو برس پہلے کی کتابوں میں لکھا تھا کہ مہدی کے وقت رمضان میں کسوف خسوف ہوگا ۔ اور آدمؑ سے [illegible] اس وقت تک کبھی یہ نشان ظاہر نہیں ہُوا ۔ وہ نشان تم نے دیکھ لیا ۔ پھر یہ کیسی قابلِ غور بات ہے ۔ بعض جاہل اعتراض کرتے اور بہانہ بناتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف [illegible] احمق اتنا نہیں جانتے کہ جس حدیث نے اپنے آپ کو سچّا کر دیا ہے وہ کیسے جھوٹ[illegible]ی ہے ۔

محدثین کے اصول کے مطابق سچّی اور صحیح حدیث تو وہی ہے جو اپنی سچّائی آپ ظاہر کر دے ۔ اگر یہ حدیث ضعیف ہوتی تو پھر پوری کیوں ہوئی ؟ دو مرتبہ کسوف خسوف ہُوا ۔ اس ملک میں بھی اور امریکہ میں بھی ۔ اگر یہ حدیث ضعیف ہے تو پھر اس کی مثال پیش کریں کہ کسی اور کے زمانہ میں بھی ہُوا ہو ؟ یہ حدیث اہلِ سُنّت اور شیعہ دونوں کے ہاں کتابوں میں موجود ہے ۔ پھر اس سے انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے ۔ یہ آسمان کا نشان تھا۔"

(ملفوظات جلد چہارم (جدید) صـ ۶۶۷-۶۶۸)